MUSAFIR PANDIT DHARAM VEER
LEKHRAM

قیمت سالانہ تین روپیہ (ے۳)　(حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب)　قیمت ایک کاپی چار آنے

اوم

تصنیف کو سماجکی لیجاؤ ہر طرف　پرکاش ویاپک کا پہونچاؤ ہر طرف

آریہ مسافر

جلد ۶　نمبر ۸

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۴ع

بیادگار دھرم ویر پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

فہرست مضامین

ستیہ دھرم پرچارک پریس گوجرانوالہ میں منیجر کے اہتمام سے چھپا

غزل مرطبع رسا منشی کال سنگھ صاحب المتخلص فدا

سبھی کا دین اور ایمان ہے وید مقدس تو
خدائی برکتوں کی شان ہے ۔ وید مقدس تو

کبھی کا فخر انگلستان ہے وید مقدس تو
کبھی کا شاہ ترکستان ہے وید مقدس تو

تیری تعلیم عالمگیر سے ظاہر ہوا سب کو
نہیں فکر و دلِ انسان ہے وید مقدس تو

کسی مذہب کا ہو یا مُلک کا ہو معتقد تیرا
نہیں کچھ موجبِ نقصان ہے وید مقدس تو

کرے تو چاند کے ٹکڑے ۔ رکھائے گربھ کنواری کو
بھلا ایسا کوئی نادان ہے ۔ وید مقدس تو

صداقت کے لیئے تیری ضرورت کیا حوالہ کی
بہر حالت سوتہ پرمان ہے وید مقدس تو

نہیں تو چاہتا ہے توڑنا قانون نیچر کا
خدا کے حکم پر قربان ہے ۔ وید مقدس تو

تیری رو سے دعا موسیٰ جو دی فرعون کو جا کر
بھلا کیا موجبِ بطلان ہے وید مقدس تو

سچائی جچ گئی تیری سبھی عالی دماغوں کو
نہیں اب قابلِ بہتان ہے وید مقدس تو

کوئی راجہ مہاراجہ نہیں تیرا مقلد ہے
نہایت بے سر و سامان ہے وید مقدس تو!

ایشر کو دیکھتا ہے جس ترحم سے ۔ اس صورت
نظر کرتا سوِ حیوان ہے ۔ وید مقدس تو

نہیں ہم کو پتہ چلتا کہ ہے کس طرح کی بھاشا
کہاں مشکل کہاں آسان ہے؟ وید مقدس تو!

ازل سے ہے تو ہی سیراب کرتا باغ عالم کو
عجب اک چشمۂ احسان ہے وید مقدس تو

نہیں جوبن پر آیا ہے ابھی تک شاہد بھارت
اسی کارن سے پُرارمان ہے وید مقدس تو!

نہیں ترمیم اور تنسیخ کی کچھ تجھ میں گنجائش
اکھنڈت ایشوری فرمان ہے وید مقدس تو

تیرے پیچھے ہیں منطق فلسفہ سائنس دنیا میں
تہمت ہی انکا رکھتا وہاں ہے وید مقدس تو

کرائے حرج پرشادی کسی انسان کی تو کیوں
بھلا کیا جھوٹ کا طوفان ہے وید مقدس تو!

بنائی تو نے ہیں سب جابجا دن کی تہواریاں جھوٹی
نہایت ہی مکمل گیان ہے وید مقدس تو!

نہ پہونچے ہربرٹ اور ہکسلے و بریڈلا تجھ تک
رہا اتنا عظیم الشان ہے وید مقدس تو!

عرب امریکہ یورپ سب ہی ہیں خوشہ چیں تیرے
سبھی ودیاؤں کی اک کان ہے وید مقدس تو!

یہودی پارسی مذہب کا وزدیدہ تمہیں کیونکر
نہیں انجیل یا قرآن ہے وید مقدس تو!

تیرے احکام کی تعمیل سے ہوں منحرف کیونکر
کہ ملکِ دھرم کا سلطان ہے وید مقدس تو!

فدا سر سو اپنا کر گئے وہ تیری رکش میں
شری سوامی کی پیاری جان ہے وید مقدس تو!

اوم

آریہ مسافر

جالندھر

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء

درپ (غرور) ہی سرپ (سانپ) ہے

شاستر کاروں نے منشیہ شریر کو النکار روپ سے گھر بتلایا ہے۔ جیسے گھر میں دوار ہوتے ہیں۔ ویسے ہی اس میں بھی کرم اندریاں وغیرہ دوار ہیں۔ جیسے گھر کا ادھی پتی (مالک) ہوتا ہے ویسے ہی اُسکا ادھی پتی جیوآتما ہے جیسے گھر کی روزمرہ صفائی کرنی ضروری ہوتی ہے ویسے اِسکی صفائی کی بھی روزمرہ ضرورت ہے۔ جیسی سامگری گھر کی بنانے میں لگائی جاتی ہے ویسا ہی گھر مضبوط یا کمزور ہوتا ہے۔ یہی حالت شریر کی ہے۔ تو گھر کی اوپماں شریر کو ٹھیک دیجا سکتی ہے۔

جس گھر میں سانپ کا نواس ہو اُس میں سب کو بھے لگتا ہے۔ اُس میں کوئی بھی مان پُرش رہنا نہیں چاہتا۔ جبتک کہ سانپ نکل نجائے جیسے سانپ کے نکالے بغیر گھر میں کوئی سُکھ چین سے نہیں رہ سکتا ویسے ہی ہمارے شریروں میں ایک پرکار کا سرپ ہے جس کو باہر نکالے بغیر ہم نربھے ہو کر سُکھ بھوگ نہیں کر سکتے۔ اس سرپ کا نام ابھمان (ابھمان) ہے۔ جس کو اِسنے ڈس لیا اُس کو ایک پرکار کا نشہ ہو جاتا ہے۔ لایق اوپدیشٹا وید کے سوائے اِس کی دوائی کا ملنا کٹھن ہے جیکے وشے میں ایک چارسیل

اپنا وچار یوں پرگٹ کرتا ہے :-

کُل کُل کی پکار مچانے والے جھوٹھے ابھمانیوں کو نچانے بیٹھ گیا اگر یہ ہے جو موہ سے
کُل کی کہانیاں گایا کرتے ہیں۔ اگر کُل کے مول کو کھود جائے تو ضرور کنول کے مول کے
سدرش کیچڑ سے لپٹا ملیگا۔ جس کُل میں ایک یگیہ کرتا۔ وید پاٹھی اور بدھی مان جنم لیتا ہے۔
اسی کُل میں جبتک گنی پُرش پیدا ہوتے رہتے ہیں تب تک وہ اچھا کُل کہلایا کرتا ہے
پرنتو جب اُسی میں مورکھ پیدا ہونے لگتے ہیں تو وہ نشٹ بھرشٹ ہو جاتا ہے جس
کُل میں کوکرم کرنیوالی ستریاں ہوں اُس کُلین (خاندانی) کو کُل کا ابھمان کیسے
ہو سکتا ہے جو کُلین نردن (افلاس) کی لجیا سے پرتھوی میں گھسا جا رہا ہے اور
اکُلین کے سامنے مانگ کر مفلسی کو ظاہر کرتا ہوا ویرتھ باتیں بنا رہا ہے اوسکی کُلینتا
کیا ہے :-

گُن والوں کے کُل میں پیدا ہوا بھی نرگن کس سے پوجت ہوتا ہے۔ دودھ دینے
والی گئوؤں کی کُل میں پیدا ہوئی بندیا گئو کو کون پوچھتا ہے۔ ان سب باتوں سے
سدھ ہوتا ہے کہ کُل گنوں کے آدھین ہے اسلئے گنوں کی بردھی کرنا ادتیک ہے
جس سے کُل اچھا کُل کہلاتا ہے جس نے کُل ابھمان کو ہی اپنا بھوشن سمجھا ہے اُس کی
ماتا یا دادی یدی استری سبھاؤ سے دُشٹ ہو جائے تو یہی دوش کُل مول کو نشٹ
کرنے کے لئے کافی ہے۔ سوچئے سوریہ بنس میں راجا تری شنکو چانڈال ہوا تھا اُسی کی
بنس میں دلیپ رگھو رام چندر آدی راجا کُلین کہلائے۔ راجہ کرن کنتی کنیا کا پتر تھا
اور بید بیاس اور دھرت راشٹر ادی وداہتا کُنتی کے تھے یہہ سب ہی کُلین کہلاتے تھے۔ بڑے بڑے گھروں
میں جب یہہ گڑبڑ ہے تو اور کُلوں کا کہنا ہی کیا کوی لکھتا ہے کہ ایک براہمن کے پتر کو
بڑا ابھمان ہو گیا تھا۔ ابھمان کے کارن اُس کی گردن اکڑی رہتی تھی۔ اُس کو اپنی اچھی
ودیا کے کارن ابھمانی دیکھ کر پتا نے بڑے پریم سے سمجھایا کہ پتر! اس جھوٹے ابھمان
سے کیوں سوہت ہو رہا ہے نشے روپی ہاتھی کے اوپر چڑھ کر پوچھیہ پوجیوں میں
کیوں لجت ہوتے ہیں۔ ... گڑھے میں گر رہے ہو ایسے مورکھوں کو ہاتھ کہا تھا
... والا ... وہ کیا ... کُلوں کا سمبندھ ہمیشہ نہیں رہتا۔ وہ بابیں ودا ہوا

کرتا ہے۔ دھن کا پتہ نہیں کب چلا جائے اِس سے مد کرنا اگیانیوں کا کام ہے
لپنتا ہے اور یہی گنوں کا گرہن ہے کہ ستیہ پرشوں کے سمکھ سمردادو سے
نیچ ہو کر سر دن کو جھکانا۔

جن کو ستیہ گیان ہوتا ہے اُن کی ودیا دیا ہے۔ اُن کا کشٹے دھن ستیہ
ہے۔ اُن کا سداچار ہی کُل ہے۔ دوش سے کون دویش نہیں کرتا
سمپتی سے کس کو پریم نہیں ہوتا۔ ابھمان کس کو نیچے نہیں گراتا۔ کس کو نمرتا
ونتی کے لئے نہیں ہوتی؟ دردری دانی سے کیا ہو سکتا ہے؟ پاپی
کُلین سے کیا پھل ہے۔ کرپن اگر سنتشٹ بھی ہو جاوے تو کیا حاصل
ابھمان سے اندھے پنڈت سے بھی کچھ پرلوجن نہیں نکلتا۔ جن کو ابھمان نے
دبا رکھا ہے اُن کی ودیا سوموا کھوں کا کام دیتی ہے اُن کا متر ہونا دیہہ
کرنا ہے۔ گنیوں کا منتر دوسروں کی بھلائی ہیں دویش کرنا شتر د ہے
لوبھیوں کا مانگنے والا شترو ہے۔ ابھمانیوں کے سب ہی شترو ہیں۔
پرپر بھاشیوں کے کوئی بھی شترو نہیں۔ اس لئے پتترا ہنکار کبھی
نہ کرنا چاہئے۔ جو ابھمان سے گردن اوپر اوٹھائے رکھتے ہیں۔ اُن کو موہ
روپی گرہ پکڑ لیتا ہے۔ اگرچہ تجھے ایشورج پراپت ہے تو بھی گنوں کا انادر مت کر
بھرا ہوا گھڑا بھی گن (رسی) سے الگ ہوا کنوئیں میں گر جاتا ہے۔ اس
اسار سنسار کی جب کہ ہر ایک وستو انتیہ ہے تو کُل دھن ودیا آدی
کا تیر ابھمان ویرتھ ہے۔ یہہ کُل اور جاتی کا درپ (ابھمان) موہ روپی
پاتال کا بڑا بھاری سرپ ہے اس سے دور رہنا ہی اچھا ہے جو پرش شانتی
کشما۔ دان دیا آدی اوتم گنوں سے وبھوشت ہیں اُنکا سو چھیہ سداچار ہی کُل
ہے۔ اگیان کی ڈھیری جس کی ماتا نہیں ہے سنسار جس کا پتا نہیں ہے
جس کی ترشنا پریہ نہیں ہے۔ وہی سکھی ہے۔ وہی کُلین ہے۔

اوم شم

دل چاہتا ہے چیزیں ہزاروں یہ کس لئے ؟
کیوں پران ساری جسم میں کرتے ہیں اپنا کام ؟
کیوں آنکھ دیکھتی ہے زبان بولتی ہے کیوں ؟
کیوں ناک سونگھتا ہے نہیں سنتا کچھ ذرا ؟
کس نے کیا نیت ہے ایسا نیم اٹل ؟
ایسا عجیب کس نے بتایا انہیں اصول ؟
اک قاعدہ میں باندھ لیا کس نے ہے انہیں ؟
: ان کو چلانیوالا ہے گو جیو آتما
پر کور چاہتا ہے کہ میں روپ دیکھ لوں
مجبور ہر طرح مگر انکا ہے آتما
جو چاہتا ہے کر نہیں سکتا ہے آتما
پرکاش اور چیزوں کا کرتا ہے گو چراغ
لیکن بغیر سوریہ کے اسکا نہیں وجود
سوجود گئی مہر میں آنکھیں نہیوں اگر
آنکھیں بغیر من کے ہیں بیکار ہر طرح
من بھی بغیر روح کی امداد کے لئے
کر سکتا ہی نہیں ہے کبھی کوئی سا بھی کام
ذروں سے ہیں مہر وغیرہ بنے ہوئے
طاقت کہاں یہ اسمیں کہ پرمانو سے ملا
اسواسطے وہی سوریہ پرکاش آپ ہے
جسنے کہ سوریہ آدی ہیں یہ لوگ رچدے
سب کو گھما رہا ہے جو ہر دم نیم کے ساتھ
پرکرتی اور جیو انادی ہیں گو۔ مگر
پرکرتی جڑ ہے جیو ہے محدود ایک شے
جبتک [illegible] ایش انکی کرے کچھ سہایتا

جذبات اسمیں کسنے یہ ایسے ہیں بھر دئے ؟
کس سے ملا انہیں حرکت کا یہ انتظام ؟
طاقت پہنچ رہی ہے کہاں سے انہیں یہ یوں ؟
کیوں کان سونگھتا نہیں سنتا ہی ہے صدا ؟
جسکے خلاف کر نہیں سکتے کبھی عمل ؟
جس کو اندریاں کبھی سکتی نہیں ہیں بھول ؟
اس طرح زیر حکم کیا کس نے ہے انہیں
دیتا ہے گو حواسوں کو وہ کام میں لگا
بہرہ بھی چاہتا ہے کہ آواز میں سنوں
دید و شنید کا نہیں لے سکتا ہے مزا
طاقت وہ کیا ہے جس سے کہ ہے یہ بندھا ہوا ؟
دیتا ہے خوب روشنی روشن جو ہو چراغ
اس کی اسی سے تو ہے ہوئی ابتدائے بود
آسکتی ایک چیز بھی ہرگز نہیں نظر
ہر چیز دیکھنے سے ہیں ناچار ہر طرح
سورج چراغ آدمی کو ساتھی بنا کئے
مجبور اسکی طاقتیں رہتی ہیں بس تمام
انسان قبضہ اُنپہ بھلا کس طرح کرے ؟
ایسے بڑے کُرہ کو یہ از خود ہی لے بنا
جس سے پنچ بھوتوں کا ہوتا ملاپ ہے
جسنے زمیں وغیرہ ہیں پیدا سبھی کئے
سب گردشوں کی ڈور جو رکھتا ہے اپنے ہاتھ
محدود اور کثیف ہیں ایشور سے بیشتر
پرماتما کا دونوں پہ یوں اختیار ہے
حرکات مادہ حرکت ہیں نہوں ذرا

مہرشی دیانند کا مشن

اس بارہ میں کسی قسم کے اختلاف رائے کی مطلق گنجایش نہیں کہ مہرشی دیانند کا مشن وہی تھا جو کہ آریہ سماج کا ہے کیونکہ جو اپنی زندگی کا مشن انھوں نے قرار دے رکھا تھا۔ اس کی تکمیل کے لئے ہی انھوں نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی تھی۔ گویا آریہ سماج انکا جانشین ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آریہ سماج کا مشن کیا ہے؟ یہ کوئی ایسا پیچیدہ سوال نہیں ہے کہ جس کے حل کرنے کے لئے ہمیں کسی قسم کی بحث مباحثہ کی ضرورت ہو آریہ سماج کا چھٹا اصول صاف لفظوں میں بتلاتا ہے کہ "سنسار کا اوپکار کرنا اس سماج کا مکھیہ ادیشیہ ہے" لفظ سنسار کے اندر روئے زمین کے تمام ملک آجاتے ہیں کوئی خطہ زمین یا کوئی قوم یا جاتی اس سے باہر نہیں رہ جاتی حتیٰ کہ پرانی ماتر کا سنسار شبد سے گرہن ہوتا ہے مہرشی دیانند کی تحریروں اور عمل سے بھی بڑے زور کے ساتھ اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کا مشن عالمگیر تھا نہ کہ ایکدیشی۔ میڈم بلیوسکی اور کرنیل الکاٹ وغیرہ بدیشیوں کی درخواست پر ان کو آریہ سماج میں شامل کرنا تھی کہ تھیاسوفیکل سوسائٹی کو آریہ سماج کی شاخ قرار دینا ایسے صریح امور واقعہ ہیں کہ جنکی موجودگی میں کوئی شخص یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ مہرشی دیانند کا مشن عالمگیر نہ تھا انھوں نے ویدک دھرم کی جسکو کہ وہ سنسار کی اونتی کا ایک ماتر (واحد) ذریعہ سمجھتے تھے کسی خاص قوم یا جاتی کو دعوت نہیں دی بلکہ کرانی قرانی پرانی بودھ جینی پارسی وغیرہ سب متوں والوں کو بلا لحاظ دیش جاتی رنگ روپ قطع وضع [illegible] ویدک دھرم کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر انھوں نے مختلف مذاہب کے [illegible] والوں سے مباحثہ ومناظرے کئے تو محض اسی ادیشیہ سے اور اگر دیگر مناسب وسایل کام میں لائے تو اسی غرض سے شریر چھوڑنے سے پیشتر پر اوپکارنی سبھا قایم کر کے اس کو دویپ دیپانتر اور دیش دیشانتروں میں ویدک دھرم کا پرچار کرنے کی وصیت کر جانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ آخری دم تک ان کا مشن سنسار کا اوپکار ہی رہا۔

اگر انھوں نے اپنے مشن کا کام آریہ ورت میں شروع کیا تو اس کا باعث کوئی ملکی یا قومی طرفداری یا تعصب نہیں تہا۔ وہ سرو گیہ یا سرودیشی تو تھے ہی نہیں کہ ایک ہی وقت میں سب ملکوں اور قوموں میں کام کرنا شروع کر دیتے اپنے خیال میں جو ذریعے اور طریقے انھوں نے بہترین سمجھے اپنی سامرتہہ کے مطابق اون کو کام میں لائے۔ ان حالات میں اگر کسی خاص دیش یا جاتی کے ادہکاری پرشوں نے اپنے اندر انکے مشن کو سمجہنے اور انکے معاون و مددگار بننے کی سہولیتیں رکہتے ہوئے اُس سے وشیش فائدہ اُٹھا لیا تو اس سے یہ نتیجہ ہرگز برآمد نہیں ہو سکتا کہ ان کا مشن ہی اُس خاص دیش یا جاتی کے لئے مخصوص تھا یا کہ پہلے اس جاتی کا سدہار کرنا انھیں مقصود تھا اور بعد ازاں دیگر دیشیوں اور جاتیوں کا۔ اگر کسی خاص جاتی کا اور جاتیوں سے پہلے سدہار کرنا اُن کی زندگی کا اصل مشن ہوتا تو وہ ایک ہی وقت میں سنسار بہر کے منشوں کو ویدک دہرم کی دعوت ہرگز نہ دیتے بلکہ صاف طور پر یہ تعلیم دیتے کہ جبتک فلاں جاتی ویدک دہرم انویایی نہ بن جائے تب تک اور کسی جاتی کے لوگوں کو ویدک دہرم قبول کرنے یا آریہ سماج میں شامل ہونیکا ادہکار نہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں ویدک زمانہ کے آریہ مہاتماؤں اور رشی منیوں کی بہت کچہ پرسنشا کرتے رہے۔ اور انھوں نے رشی سنتان کی حالت زار پر بہی افسوس کے آنسو بہائے ہیں لیکن اُن کے اس عمل کو کسی قسم کی ملکی یا قومی طرفداری سے منسوب کرنا سخت بے انصافی ہوگی اسکا باعث بلاشبہ۔ صداقت انصاف اور ستیہ دہرم کا وہ بے نظیر پریم تہا کہ جو اُنکے روم روم میں سمایا ہوا تہا قدیم آریہ ورت اور آریہ جاتی کے اعلیٰ وصفوں پر بیساختہ موہت ہو کر جبکہ انگلینڈ جرمنی فرانس۔ امریکہ وغیرہ غیر ملکوں کے نرپکش عالمون فاضلوں نے بھی پرسنشا کے گیت گائے ہیں۔ تو مہرشی دیانند جو کہ قدیم آریہ ورت کی عظمت و بزرگی کو ان بدیشیوں کی نسبت زیادہ عمدگی کے ساتھ سمجہے ہوئے تہے اونھوں نے اگر انصافاً اُس کی پرسنشا کر دی اور رشی سنتان کو اپنی گذشتہ عظمت کا دہیان دلا کر اونہیں اُبھارنیکا اُدیوگ کیا تو اس سے بہہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا کہ ہندؤں کو وہ پہلے سدہارنا چاہتے تھے۔ اور غیر ہندؤں کو پیچہے۔ دہرم کے معاملہ میں پہلے اور پیچہے کا سوال ہو ہی نہیں سکتا۔

پس جو لوگ ا[illegible] تنگدلی کسی ذاتی کمزوری یا کسی اور وجہ سے دانستہ یا نادانستہ مہرشی دیانند کے عالمگیر مشن (بذریعہ ویدک دہرم سنسار کا اُپکار کرنا) کو کوئی قومی مشن ٹھیرانا چاہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں جسکی کہ اُن کو جلد اصلاح کرنی چاہیے:-

مسٹر اگنی ہوتری نئے روپ میں

جس شخص نے اپنے منہ میاں مٹھو کا مصداق بن کر آجکل اپنے تائیں سری دیو گرو، سری دیو بھگوان وغیرہ بڑے موٹے موٹے القاب سے ملقب کر رکھا ہے وہ کوئی نیا پیغمبر یا اوتار نہیں ہیں بلکہ وہی پورانے مسٹر اگنی ہوتری ہیں جنہوں نے کہ بحالت سنیاس ایک نوجوان کنیا سے جسکو کہ وہ تعلیم دیا کرتے تھے روحانی بواہ کارشتہ گانٹھ کر اپنی پیاری بیوی کے نام کو اپنے نام کے ساتھ روشن کرنے اور صفحہ ہستی پر قایم رکھنے کے لئے برہم سماج سے علحدہ ہو کر انار کلی لاہور میں دیو سماج کی بنیاد ڈالی تھی چند برس گذرے .... کہ اس سماج کے ایک راستی پسند رکن شریمان پنڈت گردھر رائے جی فوٹو گرافر نے دیو سماج کا بھانڈا پھوڑ کر اس کا انتیشٹی سنسکار کر دیا تھا اور مسٹر اگنی ہوتری کو جو کہ اوس وقت ستیانند کے نام سے مشہور تھے پبلک کی نظروں میں اس درجہ گرا دیا تھا کہ انکے وہ تمام چلتے پرزے چیلا چانٹے بھی کہ جنپر وہ بڑے نازاں تھے اور اپنا زرخریدہ غلام سمجھے ہوئے تھے گورو جی کی روحانی زندگی کی اندرونی جھلکیں اور دیو پریوار کے سورگی نظارے دیکھ کر انکی بنی بنائی کھیل کو بگاڑ کر چلدئے تھے اور بیچارے دیو گورو کی یہ گت بنا گئے تھے کہ انہیں دیو آشرم کو قفل لگا کر پھر بہت پہلے کی انتظار میں کچھ عرصہ تک "ایک آشرم باسی ہندو" کا سوانگ بھر کر مصیبت کے دن کاٹنے پڑے آپ پہلے تو اپنے قدم جمانے کے لئے لاہور میں ہی کچھ جوڑ توڑ لگاتے رہے لیکن جب وہاں کسی طرح بھی دال نہ گلی تو منٹگمری کو ہجرت کی جب وہاں بھی بات نہ بنی تو ایک مشہور و معروف مطلب پرست زمیندار کو اپنا ہمراز بنا کر موگا میں جا ڈیرا جمایا لیکن چونکہ ہجرت کے ایام پشیمانی و سرگردانی میں - بہم شکتی - دیو شکتی سنجیونی شکتی وغیرہ انیک سنتدنی شکتیوں کا پرداتا آپ کا پرم دیو نہ تو مثل سابق بذریعہ الہام ہمکلام ہوتا رہا اور نہ ہی اسنے اُن بڑے بڑے وعدوں کو ہی پورا کیا جنکی آشا پر کہ ملازمت چھوڑ کر آنحضرت مسٹر شو نرائن سے سوامی ستیانند بنے تھے اس لئے آپ نے

دھرم دیپ سے الگ ہو بیٹھے کہ مہارشی کی پیغمبری سے استعفی دیدیا اور پھر دھرم دیو کے دیوتا جی سے
باغی ہوکر ہنود کی شریعت میں اپنا جدید مت دیو سماج قایم کر لیا لیکن دارالخلافہ دہلی پہنچا تو ہی رکھا
خود ہی پھر دنیا میں بنے اور جن باتوں کو دیا نند جی پیغمبری میں توہمات باطلہ و کفر کو بڑے زور شور سے کھنڈن کیا
کرتے تھے اپنا مطلب سادھنے کے لئے انہیں کا اب منڈن کرنے لگے چنانچہ کسی کاروں اور مددگاروں
کی تعداد بہت قلیل رہی آپ اپنے اصلی سروپ کو چھپاتے رہے لیکن جب انکی جان جار درجن چارشی
پوتوں کی پلٹن بھرتی ہو گئی اور چند تعلیم یافتہ بزرگ بھی جال میں پھنس گئے اور جب بالی عبد صاحب بھی
جو کہ ابتک فرنٹ تھے گدی کے لوبھ سے بغاوت کا جھنڈا چھوڑ کر آ جان کی شرن میں آ گئے تو حضرت
کو پھر سر اوٹھانے کا حوصلہ ہوا چنانچہ اب آپنے پھر برقعہ اوتار کر پبلک میں آنیکا ہوس کیا ہے لیکن
جو روپ حضرت نے اب دھارن کیا ہے وہ پہلے تمام روپوں سے نرالا ہی ہے اب آپ پرماتما
کی ہستی سے صاف انکاری ہیں اُن کی پوجا کے بجائے اب آپ اپنی پوجا کرواتے ہیں اور آرتی اوتر
واتے ہیں اور چیلے چانٹوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ میں مکمل انسان ہوں مجھ سے بڑھکر آجتک کوئی نہیں
ہوا. میری ہی شرن میں آنے اور تن من دھن میرے ارپن کرنے سے تمہاری شدھ گتی ہوگی. ایسکے
سوائے اور کوئی راستہ نہیں ہے جو روحیں میرے ساتھ سمبندھ نہیں جوڑینگی وہ ناش ہو جاوینگی
اس کے علاوہ اور بھی بہت سے پاکھنڈ کی باتیں اپنے چیلے چیلیوں سے کرواتے ہیں جن میں کرشن ادا
سوامی مت کی گپت لیلاؤں کی ہو بہو نقل اوتاری گئی ہے مثلاً دیو گرو جی کے فوٹو کے سامنے دیو گرو
کی ستتی پراتھنا کے ستوتر پاٹھ کرنا. انپر پھول چڑھانا ست سنگیوں کے ماتھوں پر تلک لگانا
سورگ لوک سے روحوں کا آنا جانا اور بات چیت کرنا وغیرہ جھوٹے بھولے ہندوؤں کو پھنسانے کے
لئے بہت سی ایسی باتیں بھی اختیار کی گئی ہیں جو کہ پورانی دیو دھرم سنگھتا کے رو سے سے باتیں مثلاً
چوٹی دھر کھنا. جنیو پہنا رکھنے پینے میں تعصب ہندوؤں سے چھوت چھات کرنا بھوجن کرنا وغیرہ
پورانے دیو دھرم کی سب کتابیں منسوخ کر دی گئی ہیں اور اب دیو گرو جی مہاراج نئی دیو سنگھتا تیار
کرنے میں مصروف ہیں جس کے شایع ہونے پر ہم اوسکا مفصل ریویو ہدیہ ناظرین کرینگے. چوری
تمباکو شراب و مانس سے پرہیز رشوت نہ لینا وغیرہ جو دس اخلاقی باتیں دیو دھرم کے اصول قرار
دئے گئے ہیں یہ صرف دکھلاوے کے لئے ہیں لطف یہ ہے کہ سچائی کو ان اصولوں میں جگہ نہیں دی گئی
یہ شاید اسلئے کہ ہر قسم کی مکاری اور جھوٹ کی پردہ پوشی کیلئے کافی گنجایش نہیں رہی. بقول منشی جی مہاراج جی

ہندو نام مُردہ ہے

کوئی شخص بھی جس میں کہ سیلف ریسپکٹ کا ذرا بھی خیال ہے کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ اُسے ایک ایسے نام سے پکارا جاوے جس سے کہ مخالفانہ حقارت یا نفرت کی بو آتی ہو۔ لیکن کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ سیکڑوں بھارت نواسی وِدوان (جو بخوبی جانتے ہیں کہ ہندو لفظ نہ ہی تو سنسکرت زبان کا ہے اور نہ ہی ہمارا اصلی قدیم نام ہے بلکہ فارسی زبان کا لفظ ہے جو کہ محمدی فاتحوں نے ویسے ہی حقارتاً ہمارے لئے تجویز کیا تھا جیسے کہ فی زمانہ انگریز لوگ بھارت نواسیوں کو حقارتاً **نیٹو یا کالا آدمی** کہہ کر پکارتے ہیں) بڑے ابھمان سے اپنے تائیں ہندو کہتے ہیں۔ بلکہ اپنے دھرم کو بھی ہندو دھرم کے نام سے پکارا جانا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر اُن کو کوئی **نیٹو یا کالا آدمی** کہہ کر پکارے تو اپنی ہتک خیال کرتے ہیں اور اُس کے استعمال کرنے والے کے ساتھ لڑنے بھڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن **ہندو** لفظ جو کہ ان الفاظ سے زیادہ ہتک آمیز ہے اُن کو اس قدر پیارا ہے کہ جو شخص اُنکو اس نام سے نہ پکارے اُسے دیش اور قوم کا دشمن اور سناتن دھرم کا مخالف کہنے لگتے ہیں۔ اس گینڈے کے حضرات میں سے ایک تو وہ ہیں جو کہ اتنا تو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندو لفظ یون بھاشا کا ہے اور اس کے معنے کافر۔ غلام وغیرہ کے ہیں لیکن یہ کہکر اس کو ڈیفینڈ کرنے لگتے ہیں کہ چونکہ عرصے سے ہمارا یہی نام چلا آتا ہے اس لئے اب اس کے بجائے آریہ یا کسی اور نام کو رواج دینا سوسائٹی کے اندر گڑبڑ پیدا کریگا۔ علاوہ ازیں جن معنوں میں پہلے محمدی فاتحوں نے اسے استعمال کیا تھا۔ اب یہ اُن معنوں میں نہیں لیا جاتا اس لئے قومیت کے خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم سب اپنے تائیں ہندو نام سے پکاریں۔ دوسرے وے ہیں جو کہ بوجہ تعصب و ہٹ دھرمی کھینچا تانی کر کے ہندو لفظ کو سنسکرت زبان کا شبد ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ ان ہر دو قسم کے خیالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک محقق مزاج مضمون نگار **پنڈت باجی راؤ** بھاٹے نامی سی و جمن ہندوستان ریویو میں یوں رقمطراز ہیں "الفاظ **ہند ہندی ہندوستانی** – اور

ہندوستان "ہندو" شبد سے نکلے ہیں۔ جوکہ اس ملک کے مسلمان حکمرانوں نے اپنی
رعایا کے لئے حقارتاً استعمال کیا تھا۔ جیسے انگریز حکمران لفظ نیٹو استعمال کرتے ہیں جبکہ
انگریزی حکومت محمدی حکومت کی جانشین ہوئی تو اسیطرح لفظ نیٹو۔ لفظ ہندو کے بجائے
استعمال ہوگا۔ دراصل لفظ ہندو کے معنی ہندوستان کی محمدی سلطنت کی رعایا ہے۔ اس
اس حکومت کے نابود ہونے کے ساتھ ہی لفظ ہندو بھی متروک الاستعمال ہونا چاہئے تھا۔ میں
نہیں سمجھتا کہ اب ہم اس مُردہ لفظ کو اپنے لئے کیوں استعمال کریں۔ لفظ
ہندوستان اسمائے عربستان کردستان افغانستان بلوچستان۔ اور
ترکستان کی طرح فارسی لفظ ہندو سے بنا ہوا ہے اور ہمارے ملک کے شمالی
حصہ کے باشندوں کے لئے استعمال ہوتا تھا کہ جہاں محمدی سلطنت مضبوط جمی ہوئی تھی۔ ہمارے
آجکل کے مصنف اور اخباروں کے ایڈیٹر غلطی سے لفظ ہندوستھان لکھتے ہیں گویا کہ یہ لفظ
سنسکرت اصل کا ہے۔ فارسی لفظ ہندوستان کے صحیح معنے نیٹو سیاہ رنگ کے لوگوں
کی جائے رہایش) ہیں۔ . . . . اسوقت جبکہ محمدی حکومت نیست و نابود ہو چکی ہے مجھے تعجب ہوتا ہے
کہ کیوں ہماری مروجہ بولیوں میں ہند۔ ہندی ہندو۔ ہندوستان۔ ہندوستانی۔
وغیرہ الفاظ (جوکہ جلانے یا دفنانے کے قابل ہیں) کا استعمال روا سمجھا جاتا ہے۔ ہماری مخالفت
کی کمزوری کے باعث لفظ ہندوستان آہستہ آہستہ دکھن کی طرف بھی اثر کر رہا ہے۔ مگر ایسا
نہیں ہونا چاہئے میرا خیال ہے کہ ہماری قومیت کے مضبوط جز ہمارے دیش قوم اور زبان
کے نام بھی ہیں اس لئے وہ صحیح۔ موزوں اور درست ہونے چاہئیں" (ہندوستان ریویو بابت
مئی و جون صفحہ ۵۱۹ - ۵۲۰) ہم اپنے اُن تمام بھائیوں سے جوکہ ہندو شبد کے حامی ہیں۔
مندرجہ بالا اقتباس کو نرپکش ہوکر پڑھنے کی درخواست کرتے ہوئے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اگر
اپنے خیال میں سچے دیش بھگت اور محب قوم ہیں یا رشی سنتان ہونیکا فخر رکھتے ہیں تو پنڈت
ماجی راؤ جی کی رائے پر ضرور بنظر تعمق غور فرماویں گے۔ اگرچہ یہہ کوئی نئے خیالات نہیں
بلکہ وہی پورانے وچار ہیں جنکا اظہار کہ مہرشی دیانند سرستی اپنی تحریروں اور تقریروں
میں بڑے زور سے کرچکے ہیں لیکن ایک ایسے شخص کے قلم سے نکلے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہ
نام بھائی اپنا ستانی یا ہندو بھائی سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ انپر وچار کرنے کے لئے اپنے بیجا تعصب کو

آریہ سماج اور اُسکے مخالف

جب سے آریہ سماج نے ویدک دھرم کا منگل سماچار سنا کر سوتے ہوؤں کو جگانا گمراہوں کو پتت ہونے سے بچانا اور پتت شدہ لوگوں کو پر اُشیچت کرا کے اپنے ساتھ ملانا اختیار کیا ہے۔ نیز جھوٹھے رہبروں کو جو کہ ہادی و مرشد بنے ہوئے تھے نڈر ہو کر ان کو اُنکے اصلی سروپ میں ظاہر کرنا شروع کیا ہے۔ جینی۔ کرانی قرآنی وغیرہ مت وادیوں اور پنتھائیوں کے کیمپوں میں سخت کھلبلی مچ گئی ہے۔ علمی اور قلمی طاقت سے پہلوانانِ صداقت و دلاورانِ حقیقت و معرفت کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر کر اب اُنکے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا کر اپنے ننگ و ناموس کو قایم رکھیں ابھی جینیوں کا دعویٰ جو دہلی میں چند سماجک پُرشوں کے خلاف دائر ہے فیصل بھی نہیں ہونے پایا کہ کرنال میں ضلع کل عیسائیوں نے بھی آریہ دھرم کے پرچار سے اپنی پول کھلتی دیکھ کر وہاں کے چند آریہ بھائیوں پر فوجداری مقدمہ کھڑا کر دیا ہے اور ہمارے محمدی بھائی بھی اس خیال سے کہ ہم پیچھے نہ رہجاویں مہاشیہ دھرم پال جی کو عدالت میں گھسیٹنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ کیا اس سے زیادہ اور بھی کوئی اخلاقی بزدلی اور کمزوری ہو سکتی ہے کہ صداقت کو شکنجۂ عدالت سے دبانے کے حیلے کئے جاویں۔ ہماری رائے میں وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو کہ آریہ سماج کو ان کمینہ کارروائیوں سے دبانا چاہتے ہیں بجائے اس کے کہ ان کو کسی قسم کی کامیابی ہو شاید نادم ہونا پڑے گا۔ آریہ سماج کے مخالف کان کھول کر سن لیں اور خوب یاد رکھیں کہ اس قسم کی کمینہ کارروائیوں سے آریہ لوگ ہرگز ہرگز نہ ڈریں گے۔ اُن کو اگر کوئی زیر کر سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جن اعلیٰ خیالات کا وہ پرچار کر کے پاکھنڈ جال کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اُن کو علمی اور عقلی طور پر غلط ثابت کر دیا جاوے۔ اگر ایسا کر سکنے کی ہمت نہیں تو شرافت سے میدان میں آویں اور زور دکھلاویں ورنہ چپکے ہو کر بیٹھ رہیں۔ ایڈیٹر زمانہ

نہیں ہے کہ جہاد و فساد کی دھمکیوں سے راستی کا منہ بند کر دیں گے - اب استدلال
و انصاف کا راج ہے - علم و عقل کا زمانہ ہے ہر ایک شخص اپنے خیالات کے اظہار کا
مساوی حق رکھتا ہے اگر اُن کے دل میں اپنے خلاف علم و عقل مت متانتروں کی عزت
ہے تو آریہ پرشوں کے دلوں میں اُن سے بڑھ کر ستیہ سناتن ویدک دھرم کی عظمت جاگزیں
ہے - بھلا یہ کون سے انصاف کی بات ہے کہ یہ حضرات تو آریہ سماج پر سخت سے سخت
کمینے حملے کرتے جاویں اور آریہ سماج انکا کوئی نوٹس نہ لے لیکن جب کہ آریہ پُرش
اپنے ڈیفنس میں ان کی جائز طور پر قلعی کھولیں تو وہ نہیں عدالتوں میں گھسیٹا جاوے
گو لاکھوں قتل کی دھمکیاں دیا کریں جھوٹی نالشیں کیا کریں بھلا کہیں ان باتوں سے
آریہ پُرش صداقت کو چھوڑ سکتے ہیں اور بطالت کی دھجیاں اُڑانے سے منہ موڑ سکتے ہیں؟
ہرگز نہیں ہرگز نہیں - پھر نہ معلوم کہ یہ لوگ خواہ مخواہ کیوں روپیہ برباد کرتے خود نقصان
اوٹھاتے اور داناؤں کو اپنی نالائقی پر ہنساتے ہیں - کیا محمدی عالموں اور فاضلوں کے
دماغ میں ضعف آگیا - کیا پادریوں کی شمشیر فصاحت ولاجواب کند ہو گئی کہ ان اوچھے ہتھیاروں
پر اُتر آئے ہیں - ہم للکار کر کہتے ہیں کہ اگر سچ مچ آریہ سماج کے مخالفوں کے پاس اس قسم کے
کُند ہتھیار رہ گئے ہیں تو دنیاوی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے سے انہیں کچھ
حاصل نہیں ہوگا بلکہ اُنکا یہ طریق عمل ایک مزید ثبوت اس بات کا ہوگا کہ بلا شبہ
صداقت کی عدالت میں آریہ سماج کی ڈگری ان سب مت متانتروں پر ہو چکی جس کو کوئی
دنیوی عدالت ہرگز ہرگز میٹ نہیں سکتی -

دونوں سچّے ہیں

لاہور کا پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ "اخبار شحنۂ ہند میرٹھ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ ان
مناظرات کی تو تو میں میں شرمناک ہے - کیا علماء اسلام کو یہ ننگ گوارا کرنا چاہئے
کہ اونکے مقابلہ میں جہلا کا گروہ جو اُن کا ہم پلہ نہیں ہے فضول باتیں بنائے اور وہ اُنکے
مقابل ہوکر سامنے آئیں ورنہ حالیہ مناظرہ کے لئے مساوات فی العلم کی شرط ضروری ہو

اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہلحدیث میں یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ یہ عذر بے دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم اور نمرود کا مناظرہ، فرعون اور حضرت موسیٰ کا مناظرہ قرآن میں اور سید الانبیاء و مسیلمہ کا مناظرہ حدیثوں میں مذکور ہے۔ پھر یہ کیا عذر ہے ہماری سمجھ سے بالا ہے" ہماری رائے میں دونوں سچے ہیں۔ ایڈیٹر پیسہ اخبار تو اسلئے کہ وہ انگریزی تعلیم یافتہ ہیں زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہیں اور دل سے خوب جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اس لئے وہ اس قسم کی فضول حجتوں سے علماء اسلام کو مناظروں اور مباحثوں سے باز رکھنا چاہتے ہیں تاکہ مقابلہ میں جو اسلام کی پول کھلتی ہے وہ نہ کھلے اور مولوی ثناء اللہ صاحب بھی سچے ہیں کہ اُن کی دوکان ہی اسوجہ سے چل رہی ہے ورنہ کس نہ پرسد کہ بھیا کون ہو۔ محمدی علماء تو انپر کفر کا فتویٰ پاس کر چکے ہیں۔ مباحثے بند ہو جاویں تو مولوی صاحب کی پانچوں گھی میں کیسے ہوں۔ ایڈیٹر پیسہ اخبار نے محمدی مولویؔ ملانوں کو عالم و فاضل اور فریق مخالف کو گروہ جہلا ٹھیرانے کی تو ایک ہی کہی اور مولوی ثناء اللہ نے رہا سہا دین اسلام کی طرف سے ان پڑھوں کو بطور نظیر پیش کرکے اور بھی لطف کیا۔ نہ معلوم ایڈیٹر پیسہ اخبار۔۔ علمیت کس کو سمجھے ہوئے ہیں کہ اپنے مولویوں کو محض عربی فارسی جاننے کی وجہ سے علماء یکتا قرار دیتے ہیں اور فریق مخالف عربی فارسی کے علاوہ سنسکرت انگریزی وغیرہ زبانوں کے بڑے بڑے عالم و فاضل ہوتے ہوئے بھی جہلا کا گروہ کہکر پکارتے ہیں۔ محمدیوں کے مقابلہ میں آریوں کو جو کہ مسلمہ تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ ہے جہلا کا گروہ کہکر پکارنا ایڈیٹر پیسہ اخبار جیسے انصاف پسند کا ہی کام ہے۔

مناظرہ نگینہ

یہ عظیم الشان مناظرہ ۵۔ جون کو شروع ہوکر ۱۴ جون کو نرو گھن ختم ہوا مفصل حالات تو ایک کتاب کی شکل میں زیر طبع ہیں خاص خاص امور کا ذکر ہم اپنے ناظرین کی آگاہی کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔ جائے مباحثہ ایک عظیم الشان پنڈال

تھا جو کہ نگینہ سماج کی طرف سے قصبہ سے قریب نصف میل کے فاصلہ پر ایک باغ کے
قریب کھڑا کیا گیا تھا۔ اس میں بیس ہزار کے قریب سامعین سما سکتے تھے محمدیوں کی
طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور آریہ سماج کی طرف سے ماسٹر آتما رام جی امرتسری بولنیوالے تھے تحریری مباحثہ
ہمارے محمدی بھائی پہلے تو صاف انکار کرتے رہے لیکن جب آریہ سماج کی طرف سے
اس پر بہت زور دیا گیا تو آخر انکو ہتھ چھوڑنا ہی پڑا۔ جب منشا اہل اسلام ماسٹر آتما رام
جی پہلے تقریر کرنے کو کھڑے ہوئے جنہوں نے مختصر مگر پُر مطلب الفاظ میں الہام
کی ضرورت جتلاتے ہوئے اس کی پرکھنے کے لئے چند معیار پیش کر کے ان کے متعلق
مولوی صاحب سے رائے طلب کی مولوی صاحب بجائے اس کے کہ معقولیت کے
ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتے اصل مضمون کو چھوڑ کر ادھر ادھر بغلیں جھانکنے لگے لیکن
ماسٹر جی نے ایسا دبایا اور ویدوں کے متعلق مولوی صاحب کے اعتراضات کا نہایت
معقولیت سے جواب دیتے ہوئے الزامی اعتراضات کی وہ بوچھاڑ کی کہ مولوی صاحب
کے ہوش خطا ہو گئے اور ان سے کسی اعتراض کا بھی کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔
بہت سے اعتراضات کو تو صاف ہڑپ کر گئے کسی کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے
لیکن منہ کی ہی کھاتے رہے۔ آخر جب مولوی صاحب کو کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہ
پڑی تو اصل مضمون کو چھوڑ کر نیوگ کے متعلق اونہیں بودے اور لغو حجتوں کو پیش کر
پر اتر آئے کہ جن کا بیسیوں مرتبہ جواب باصواب آریہ سماج کی طرف سے دیا جا چکا ہے
لیکن ماسٹر صاحب نے اس میں بھی مولوی فاضل صاحب کا ایسا قافیہ تنگ کیا کہ
اسلام کی زیادہ پول کھلتے دیکھ کر محمدی علماء نے مناظرہ بند کرنے کے حیلے تراشنے
شروع کر دئیے پہلے تو یہ چال چلے کہ اب بجائے مباحثہ کے دونوں طرف کے سپیکر
دو دو گھنٹے تقریریں کریں لیکن اس میں بھی جب ماسٹر آتما رام جی کے فاضلانہ لیکچر
نے کئی ہزار آدمیوں کے مجمع کے دلوں کو تسخیر کر لیا اور جو مولوی صاحب بولنے
کے لئے اٹھے انھیں سخت ناکامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو پھر مباحثہ جاری
کرنے کی درخواست کی لیکن صرف تقریری۔ تحریری مباحثہ سے صاف انکار کر دیا۔ آریہ
سماج کی طرف سے اس کو بھی منظور کیا گیا۔ لیکن جب اس طریق پر بھی محمدیوں نے مولوی ثناء اللہ کو

جتنی دیکھی تو تاریخ مقررہ سے پیشتر ہی مباحثہ بند کر دیا۔ اس مباحثہ کا اہل نگینہ
اور بیرونجات سے نکلے ہوئے شریکش سامعین پر بڑا ہی عمدہ اثر پڑا ہر روز
شام کو آریہ سماج کے زیر اہتمام سوامی یوگانند، پال، سوامی درشنانند، وہ شری آتمارام جی
پنڈت بھگوان دین جی، پنڈت کرپا شنکر جی ایم اے وغیرہ آریہ ودوانوں کے ہزاروں کی
حاضری میں جو عالمانہ لیکچر ہوتے رہے اونھوں نے اس اثر کو اور بھی دوبالا کر دیا۔
وہ ہندو لوگ جن کو کہ پہلے آریہ سماج کا سخت مخالف خیال کیا جاتا تھا۔ تمام کے تمام آریہ
سماج کے ساتھ کھلم کھلا ہمدردی کا اظہار کرنے لگے اور جن چالاک محمدیوں نے
اونھیں [illegible] آریوں کے خلاف اپنے ساتھ ملا لینے کی تدبیریں کی تھیں اونھیں سخت
[illegible] غرضیکہ تمام علاقہ بجنور میں آریہ سماج کی فتح کا ڈنکا بج گیا۔ اور دین محمدی
کی پول [illegible] کھل گئی۔ اب محمدی لوگ اس ندامت کو مٹانے کے لئے طرح
طرح کی جھوٹی افواہیں اوڑا رہے ہیں یہاں تک کہ ہاتھ دھو کر رکھا ہے بلکہ النذیر و اہلحدیث
وغیرہ محمدی اخباروں نے لکھ بھی دیا ہے کہ کئی آریہ مشرف باسلام ہوئے۔ اہلحدیث
نے تو صرف دو شخصوں کا اسلام قبول کرنا لکھا ہے۔ لیکن النذیر صاحب نے ایمیں
ایک اور بڑھا دیا ہے اور من گھڑت نام بھی درج کر دیئے تھے ہم دعوے سے کہتے
ہیں کہ اس موقعہ پر کوئی آریہ، ہندو پتت نہیں ہوا۔ ہم اپنے محمدی بھائیوں کو چیلنج
کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہمارے مقابلہ میں آکر اس کو پایہ ثبوت
تک پہونچا دیں۔ اس قسم کی جھوٹی خبریں مشتہر کرنا خبیثوں اور بے ایمانوں کا کام
ہے۔ ان کرتوتوں سے وہ اس اثر کو دور نہیں کر سکتے جو کہ اس مباحثہ سے
شریکش دلوں پر پڑا ہے مفصلات کے ناواقف لوگوں کو تو آپ دھوکہ دے لیں گے
لیکن ان کی آنکھوں میں آپ کیسے دھول ڈال سکتے ہیں۔ جو کہ ایام مباحثہ میں
[illegible] موجود تھے۔ اسی کے متعلق مباحثہ کندن لال جی اوپ منتری آریہ سماج
نگینہ لکھتے ہیں کہ مباحثہ کے بعد پانچ شدھیوں کی درخواستیں آریہ سماج میں آئیں جو
بوجہ کمی وقت کے ابھی [illegible] نہ آسکیں محمدی بھائیوں نے افواہ اڑا دی ہے کہ بعد
مباحثہ پانچ آریہ مسلمان ہو گئے یہ بالکل غلط ہے کوئی آریہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ مسلمانوں کے

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

آجکل محمدی اخبارات کے اڈیٹروں کی خوشی کا دریا جوش طغیانی پر ہے اور وہ بڑی خوشی سے بغلیں لگا لگا کر اچھل رہے ہیں۔ انکی اس خوشی کا باعث محض یہہ رہا ہے کہ حیدرآباد میں ڈاکٹر ننی کانت چیٹرجی۔ ایک بنگالی برہمو نے محمدی مذہب کو پیار کیا ہے پس اس سے وہ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمنے آریہ سماج سے عوض لے لیا یعنی آریہ سماج نے جو ایک بی اے کی ڈگری یافتہ مسلمان کو جو دہرم پال بنا لیا تھا اسکے بدلے میں ہمنے ڈاکٹر صاحب مذکور کو محمدی بنا لیا۔ اگرچہ اس باب میں ہمیں کوئی خاص اطلاع نہیں ملی تو بھی موجودہ اخبارات غیر محمدیہ میں جو ڈاکٹر صاحب مذکور کے حالات درج ہوئے ہیں۔ اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے چال وچلن کے باعث حیدرآباد میں زیر بار قرضہ ہو گئے تھے۔ اور فی زمانہ انکے پاس کوئی آمدنی کی صورت نہ تھی۔ پس حیدرآباد کے محمدیوں نے اس کو غنیمت جانا اور انکو یہ ترغیب دی کہ اگر آپ محمدی ہو جاوینگے۔ تو مال وزر سے مالا مال ہو جاوینگے۔ پس اگر ڈاکٹر صاحب محمدی ہو گئے تو تعجب ہی کیا ہے کیونکہ بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔

ایک اخبار راوی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے محمدی ہوتے ہی اتنا زر ومال ملا کہ ادائی قرضہ کے بعد بھی بہت کچھ پس انداز رہا۔ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کس نیت سے محمدی ہوئے ہیں۔ کیا مہاشہ دہرم پال جی بی اے کو آریہ سماج سے کوئی پھوٹی کوڑی بھی ملی تھی اگر نہیں تو ڈاکٹر ممدوح کو مہاشیہ دہرم پال جی۔ بی اے سے نسبت دینا سراسر جہل وتعصب ہی ہے وگرنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اگر تبدیل مذہب کی غرض تحقیق حق وصدق پسندی ہوتی تو جائے کلام نہوتی۔ پیارے ناظرین یہ محمدی دوستوں کا کوئی نیا عمل نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ جادو ہے کہ جس کی حضرت ذوق نے اسطرح پہ تعبیر فرمائی ہے۔

کیا پوچھتا ہے تو عمل بغض ومحبت ۔۔۔ چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

محمدی بھائیوں کے پاس زر۔ زمین۔ زن۔ وغیرہ للچاؤنوں کے سوائے اور رکھا ہی کیا ہے۔

پس کوئی طمع زر سے پھنس گیا۔ جسکی نظیر تازہ ڈاکٹر صاحب ہی ہیں۔ زمین کے پیچھے سیکڑوں

ایک الانوارالاسلامی نامہ نگار کا دخل در معقولات

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے ستمبر سنہ گذشتہ کے آریہ مسافر میں ایک سناتن دھرمی لالہ نند کشور نامی کی کتاب المنصف پر کچھ سرسری ریمارکس لکھے تھے جس میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ وید و قران متحد المعنی ہیں اور ساتھ ہی ایک کھلی چٹھی بھی اسی رسالہ میں اون کے نام شائع کی تھی جس کا جواب مکتوب الیہ نے تو ابتک کچھہ نہیں دیا لیکن اون کے ایک محمدی دوست نے الانوارالاسلام جلد ۵ نمبر ۲۱ کے صفحات ۸ لغایت ۱۱ میں بطور دخل در معقولات کی بڑے طمطراق کے ساتھ ہمارے مضامین متذکرہ بالا کی پڑتال لکھنے کی کوشش کی ہے جسکا نوٹس لینے کے لئے گو اس وقت ہم کو بوجہ دیگر ضروری خدمات کے بالکل فرصت نہیں ہے۔ لیکن تاہم چونکہ ہمارے عنایت فرما سے یہہ پہلی ملاقات ہے یہ خیال اس کے کہ ہماری خاموشی مشار الیہ کی شکستگی خاطر کا موجب نہ ہو ہم غیر ضروری حصوں کو نظر انداز کرکے انکے مضمون پر قلم اوٹھاتے ہیں۔

وید مقدس جس کی شان میں یہہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو بردن کمال بے ادبی ست

اُس کی بابت ہمارے نامہ نگار ایک شعر اس طرح موزوں فرماتے ہیں کہ ؎

کلام حق [۱] نہ قول انبیا [۲] ہے
یہہ بید [۳] بے ثمر [۴] خودرو ہوا ہے

چونکہ نامہ نگار صاحب نے سب سے پہلے اپنے مضمون کے عنوان پر یہ شعر بطور موٹو کے لکھا ہے لہذا ہم بھی اولاً اوسی کے نفس مضمون پر ایک تنقیدی نوٹ لکھتے ہیں جو غالباً ناظرین کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ظاہراً اس شعر کے چار حصے ہیں۔ یعنی

(۱) یہہ کہ (وید مقدس) کلام حق نہیں ہے۔

(۲) 〃 〃 〃 نبیوں کا قول نہیں ہے۔

(۳) " " " " بیدار بے ثمر ہے یعنی خشک تعلیم دیتا ہے یا یہ کہ اس کی تعلیم کا کچھ نتیجہ نہیں ہے۔

(۴) " " " خودرو ہے۔

ترتیب مضمون کے لحاظ سے ہم اولاً اس شعر کے پہلے اور تیسرے حصّہ پر متوجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ واضح ہو کہ جن حضرات نے لٹ تہا پٹت سے کلام حق اسی کو سمجھ رکھا ہے جو خوبصورت لونڈوں (غلمان) کے ہاتھ سے شراب طہور کے سرور میں انگور کے خوشوں اور حوروں کے سیب ذقن و انار پستاں جیسے ثمرات کی امید دلاتا ہووے گر اس کے مقابلہ میں وید مقدس کی تعلیم کو بیدل بے ثمر کہیں اور کلام حق نہ مانیں تو تعجب ہی کیا ہے جو ان اندراین کے پھل روپی ثمرات سے جو محض اندریوں کے وشے ہیں نفرت دلا کر روح کو وصال حق کے اوس سچے سرور کی اعلیٰ معراج پر پہونچنے کی ہدایت کرتا ہے جس کی تمثیل دنیا کی کسی لذّت سے دی ہی نہیں جاسکتی۔ ع شب دیجور کجا چشمۂ پرنور کجا ❊

ہاں یہ سچ ہے وید مقدس میں توبہ اور شفاعت کی طفلی تسلّی نہیں دی گئی بلکہ "جیسی کرنی ویسی بھرنی" کا منصفانہ اصول صاف طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے اس لئے مخالفین حق کے لئے اوس کی تعلیم تادیباً بطور تازیانہ ہیبت کے ضرور ہے لہذا وہ اس کی ضرب سے تلملا کر اگر بیدبے ثمر کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالیں تو ہم کو بُرا نہیں ماننا چاہیئے بلکہ اون کی آتما وشا پر بہ مقتضائے انسانی ہمدردی کے ترس کھانا چاہیئے بفحوائے کلام پاک

مطلب۔ ہمیں سب کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے

(یجروید ادھیا ۳۶ منتر ۱۸)

اب رہا نامہ نگار صاحب کے شعر کا دوسرا اور چوتھا جزو وہ ہم کو تمام و کمال تسلیم ہے یعنی وید مقدس حقیقت میں مثل قرآن مولفہ محمد صاحب کے کسی نبی یا پیغمبر کا قول نہیں ہے۔ بلکہ ایشور یہ گیان ہے اور اس لئے اس کی

بابت خود بہ خود کا لفظ نہایت ہی موزوں ہے یعنی جس طرح ایشور از خود ہے ویسا ہی دوسکا گیان وید بھی از خود ہے پس اس مقولہ کی ہیچ بیچ تائید ہوتی ہے کہ سچائی پہاڑوں کو بھی توڑ کر نکل آتی ہے - ایک اسلامی نامہ نگار کے قلم سے وید مقدس کی بابت لیٹے حق سبحانہ کلمات کا بے ساختہ نکل جانا۔ کیا ایک بیّن دلیل اوس کی صداقت کے اعجاز کی نہیں ہے ؟

اب ہم قبل اس کے کہ نامہ نگار صاحب کے مضموں کی طرف توجہ کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے ہی مضمون کے نفس مطلب کو مختصراً پھر ناظرین کے سامنے رکھدیں تاکہ انصاف پسند طبیعتوں کو اس امر کی چھان بین میں مدد ملے کہ آیا حقیقت میں نامہ نگار نے انوار الاسلام میں ہمارے مضمون کی پڑتال کی ہے۔ یا کیا ؟

جن لوگوں نے المنصف کو تمام و کمال پڑھا ہوگا۔ یا کم از کم ہمارے مضمون ہی کو دیکھا ہوگا اون سے یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ چند قرآنی آیات اور وید منتروں کی تاویل و تشریح کرتے ہوئے کتاب مذکور کی علت غائی وید اور قرآن کو متحد المعنی ثابت کرنا ہے چنانچہ اس کے آغاز ہی میں یہہ دعویٰ بدیں الفاظ کیا گیا ہے کہ "وید و قرآن (کلیتاً) ایک ہی مفہوم کو مدّ نظر رکھے ہوئے ہیں" اور مابعد کی چند قرآنی آیات اور وید منتروں کی تشریح کا تطابق بطور اوس دعویٰ کے ثبوت کے پیش کیا گیا ہے پس[1] ہمارے مضموں کا صاف مطلب یہ تہا کہ ایک ایسی کتاب پر تصدیقی مُہر لگانیکا اُسی کو حق حاصل تھا جو ناظرین کے اطمینان کے لئے جہاں ایک طرف لالہ صاحب کی قرآنی تاویلوں کو مستند تفسیروں کے حوالہ سے ثابت کر دکھلاتا وہاں دوسری طرف وید منتروں کے مطالب سمجھنے پر بھی قادر ہوتا کیونکہ جب تک یہ دونوں باتیں نہ ہوں معلوم نہیں ہوتا کہ ان آیات اور منتروں کی مطابقت کی تصدیق کا اظہار کس بنیاد پر ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نظامی اور شکسپیر کے چند اشعار کو اردو زبان میں نہ صرف لفظی ترجمہ

[1] دیکھو ہمارا مضمون مندرجہ آریہ مسافر ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۳ سطر ۵ و ۷

کر کے بلکہ ایک طویل تاویل کے ذریعہ سے بہ اعتبار مطالب کے مطابق کر دکھائے تو اوسپر اگر ایک ایسا شخص تصدیق کی مہر ثبت کرے جو نہ تو نظامی کی تصنیفات کی کسی مستند شرح کا حوالہ دے اور نہ ہی شیکسپیر کے مطالب سمجھنے کے لئے انگریزی زبان سے واقف ہو اور درحالیکہ اوس کے خیال میں شیکسپیر کی تصنیفات کا کوئی مستند ترجمہ بھی اوس کی زبان میں موجود نہ ہو تو ہم نہیں سمجھتے کہ اوس شخص کی تصدیقی شہادت کس بنیاد پر مبنی ہوگی ؟

ٹھیک اسی طرح المنصف کے سند عطا کرنیوالوں نے نہ تو مصنف کی بیان کی ہوئی قرآنی تاویلوں کی تائید میں اُردو خواں ناظرین کے مزید اطمینان کے لئے کسی مستند تفسیر کا حوالہ دیا ہے اور نہ مطلق سنسکرت جانتے ہیں جو وید منتروں کی تشریح مندرجہ المنصف سمجھنے کے لئے ضروری تھا[۵] (خصوصاً ایسے نازک موقع پر جب کہ دو مختلف مذاہب کی بنیادی کتب کے کُلاًّ خواہ جزءً ایک ہونے کا فتویٰ دیا جائے) اور نہ ہی اُن کے

---

[۵] اگر ہمارے اس اعتراض پر یہ عذر پیش کیا جائے کہ جس طرح سوامی جی نے بغیر عربی دانی یا بدون ہندی میں ترجمہ ہونے کے اون قرآنی آیات کے ترجموں کو صحیح مان لیا ہے جن پر ستیارتھ پرکاش میں اعتراض کیا ہے تو یہ اس لئے قابل سماعت نہیں ہے کہ اولاً تو سوامی جی نے چودھویں سملاس کے دیباچہ میں لکھدیا ہے کہ میں نے چند عربی دانوں سے اسکا اطمینان کر لیا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے کئے ہوئے ترجمہ سے لیا گیا ہے (خواہ بتلانیوالے نے کہیں غلطی بھی کیوں نہ کی ہو) دوسرے وہ چونکہ عربی دان نہ تھے۔ اس لئے مسلمانوں کے کئے ہوئے لفظی تراجم پر کہیں بھی صحیح یا غلط ہونے کا کوئی اعتراض پیش نہیں کیا بلکہ اون کو بتلانے والوں سے جو کچھ معلوم ہوا تمام وکمال صحیح ترجمہ فرض کر کے صرف اوس کے نفس مضمون پر اعتراض کیا ہے مگر ہمارے محمدی دوست چونکہ سوامی جی کے ترجمہ کو بمقابلہ پورانکوں اور انگریزوں کی اون تراجم کے جن سے عناصر پرستی و شرک وغیرہ وغیرہ کی بو آتی ہے۔ کبھی بھی صحیح اور مستند ترجمہ نہیں خیال کرتے اور نہ خود کسی ترجمہ کی تحقیقات کی قابلیت رکھتے ہیں تو ایسی حالت میں اس استفادہ کا حق اون کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ سوامی جی کے کئے ہوئے اون وید منتروں کے ترجمہ کو بغیر کسی تحقیقات کے سامان کے بلا چون و چرا صحیح مان لیں جنسے کسی اپنے اصولوں کے اعتراضات کا اندفاع ہوتا ہو مگر اُن منتروں

خیال میں اس وقت تک ویدوں کا کوئی مستند ترجمہ اون کی زبان میں ہے پس ہمنے لکھا تھا
کہ معلوم نہیں کہ اس کتاب کی خوبی کی بابت یہ سند کس طرح عطا کی گئی ؟ بجز اس کے کہ
اوس کتاب میں چونکہ آریہ سماج کے بانی کو خوب ہی بے نقط سنایا گیا ہے جسکا کچھ نمونہ ہمنے
درج کر دیا تھا اس لئے ممکن ہے کہ اس صلہ میں اوس کو یہ سرٹیفکٹ براہ کرم عطا کیا گیا ہو۔

اب اس پر ہمارے عنایت فرما نامہ نگار صاحب جو کچھ کہتے ہیں اوسکا خلاصہ معہ اپنے نوٹوں
کے پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے کہ اونہوں نے ہمارے مذکورہ بالا ریمارک
کی کیسی پڑتال کی ہے۔

ابتدا میں صفحہ ۷ کی سطر ۱۹ تک تو ایک تمہید لکھی ہے جس میں زیادہ تر مولوی ثناء اللہ
صاحب کی کسی تازہ تصنیف حق پرکاش نامی[1] کا اشتہار سا دیا ہے اور آریوں کے جواب
نہ لکھ سکنے پر اون کی کمزوری ظاہر کی ہے وغیرہ وغیرہ جس سے چونکہ ہمارے مضمون
کو کوئی تعلق نہیں بلکہ ترکی بہ ترکی جواب لکھنے میں ایک فضول بدمزگی متصور ہے لہذا
ہم اسے بالکل نظر انداز کرتے ہیں۔ پھر ہم اس شکایت کے ساتھ یاد فرمائے گئے ہیں۔
کہ ہم نے اپنے مضمون میں اون کے ایک حق گو دوست (مصنف المنصف) کو مع اُن
کے بزرگان ندوۃ العلماء کے کوسا ہے۔ مگر اس پر بھی ہمیں کچھ اپنے ڈیفنس کی ضرورت
نہیں ہے جن لوگوں نے کتاب المنصف اور ہمارے مضمون کو بنظر انصاف دیکھا ہوگا
وہ خود ہی اس کا تصفیہ کر لیں گے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ جن کے نفس مضمون کے مقابلہ میں اپنے مسایل ہیچ معلوم ہوتے ہوں او
اون سے مذکورہ بالا قسم کا فائدہ نہ اوٹھا نہ سکتے ہوں مثلاً سوامی جی نے جہاں جہاں اپنے ترجمے میں
اگنی اور اندر وغیرہ شبدوں کا ارتھ ایشور کیا ہے اوسپر ہم نے بارہا محمدیوں کو یہ اعتراض کرتے سنا
کہ اس مقام پر سوامی جی نے کھینچ تان سے کام لیا کہ آگ کے معنی ایشور کر دیئے اور جن منتروں میں
راجاؤں کے فرائض کا ذکر ہے کہ وہ دشٹوں کو ڈنڈ دیں وغیرہ وغیرہ اون کو تمام و کمال منہیم ان کے
اون سے جہاد کا مسئلہ نکالنے لگے۔

[1] اس کتاب کا جواب باصواب زیر تیاری ہے　　(ایڈیٹر)

پھر لکھتے ہیں کہ "اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے کچھ اس کی (کتاب المنصف) بابت لکھا ہے تو اون کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و وید ہر مسئلہ میں متفق نہیں ممکن ہے کہ کئی مسایل میں متفق ہوں" پر نامہ نگار صاحب کی رائے میں گویا مولوی ثناء اللہ صاحب نے المنصف میں بیان کی ہوئی قرآنی تاویلوں اور وید منتروں کی تشریح کو تسلیم کرکے اون کا متفق ہونا مان لیا ہے لیکن یہ لکھا ہے کہ ہر مسئلہ میں دونوں متفق نہیں۔ اب اس کے مقابل میں ہم مولوی صاحب کے ریویو کو پھر لفظ بہ لفظ ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ اس نتیجہ پر بہ آسانی پہونچ سکیں کہ اوس سے نامہ نگار کا مطلب کہاں تک حاصل ہوتا ہے۔

مصنف المنصف کو مخاطب کرکے وہ لکھتے ہیں کہ

"آپ کی تحریر مندرجہ المنصف اسلامی طریق پر نہیں بلکہ نوین ویدانتیوں (دوستیوں) کے مشرب سے موافق ہوگی جس کا اسلام اور قرآن میں کہیں ذکر نہیں بلکہ خلاف ہے" پھر فرماتے ہیں کہ "بعض ارکان ندوہ نے جو آپ کی کتاب پر دستخط کر دئے ہیں اونہوں نے غالباً بغور نہیں دیکھی یا شروع شروع سے دیکھی ہوگی امید ہے اگر آپکی طبیعت گئے۔ تو اون کی رائے بھی بدل جاوے گی" (دیکھو اخبار وکیل امرتسر ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳)

اب اسکا فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنے ریویو مندرجہ بالا میں لالہ جی کی کھینچ تان سے کہاں تک اتفاق کیا ہے اور یہ کہ ندوۃ العلماء کے اراکین کی آمدینی پر کیا خیال ظاہر فرمایا ہے۔

پھر اس کے بعد نامہ نگار صاحب لکھتے ہیں "کہ آپ قرآنی عالم کی شہادت اس سے زیادہ اس مسئلہ کی بابت کیا مانگتے ہیں کہ ندوۃ العلماء نے اسے نظر قبولیت سے دیکھا ہے" اور چند سطروں کے بعد پھر اسی کا اعادہ ہے۔

جناب من! ندوۃ العلماء نے جس بنیاد پر نظر قبولیت سے دیکھا ہے اوس کی اصلی وجہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اب رہا قرآنی عالم کی شہادت سو اس کی بابت ہم کو مفصل شہادت درکار ہے یعنی بمعہ قدیم تفسیروں کے حوالہ جات کے نہ کہ صرف علماء کے مہر گاہ دستخط۔

علاوہ ازیں مولوی ثناء اللہ صاحب بھی تو ایک قرآنی عالم بلکہ مفسر ہیں اونہوں نے جو اس کتاب کے مضمون کو **خلاف قرآن** کے ظاہر کیا بدیں الفاظ کہ "اسلام اور قرآن میں کہیں اس (کتاب کے مطلب) کا ذکر نہیں" اور اس سے جو شکوک اس کتاب کے مستند ہونے پر ایک شخص ثالث کو پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں ان کا دفعیہ آپ کے حق گو دوست (مصنف المنصف) یا سند دینے والے آپ کے بزرگوار علماء کی مجلس۔ یا کم از کم ان کے حمایتی آپ ہی نے اب تک کب کیا؟ مشفق من! پہلے اپنے گھر ہی میں نمٹ لئے ہوتے تب مجھسے دست و گریباں ہونے کے لئے پیشقدمی کرتے۔

اس کے آگے ہم کو اوس کتاب (المنصف) کی مدلّل تردید کے لئے جابجا چیلنج دیا گیا ہے کہ "اگر آپ اس کی مدلل تردید کریں گے **تو ہم بھی تفاسیر معتبرہ و علماء بزرگوں کا پورا پورا حوالہ دیں گے**"

جنابمن! ابھی تو ہم نے اس کتاب کی تالیف و تصدیق ہی کی پوزیشن پر کچھہ سرسری طور پر نکتہ چینی کی ہے جس سے آپ اس قدر گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ جنے را جا نے کیا! ناپ شتاپ لکھ رہے ہیں۔ مثلاً اوپر کے فقرہ میں آپ تفاسیر معتبرہ کے حوالہ دینے کا وعدہ فرماتے ہیں مگر اسی کی چند سطروں کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "کیونکہ یہ **دلایل اور کسی مفسر کے دماغ میں نہیں آئی تھی** کیا باعث کہ کوئی بید کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا اب بقول شخصے گھر کا بھیدی لنکا ڈہائی الخ" جس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے مصنف المنصف کے..... یہ تاویلیں اب تک اور کسی مفسر نے نہیں تراشیں پس معلوم نہیں ہوتا کہ تفاسیر معتبرہ کے حوالہ دینے کا وعدہ آپ کا کیا معنی رکھتا ہے۔ ذرا مہربانی کر کے سمجھائیے گا کہ ان دونوں فقروں میں سے کون سا صحیح ہے؟

رہا اوس کتاب کی تردید کی بابت سو جبوقت مصنف پوری کتاب تمام کرے گا۔ جیسا کہ اوس نے اعلان کیا ہے اوسوقت پوری توجہ کیجاوے گی آپ خاطر جمع رکھیں حالانکہ اوس کا اعتراضات قرآن مندرجہ ستیارتھ پرکاش کے ابتدائی سلسلہ کو شکست کر کے بیچ سے دو فقروں کا لے اوڑنا یہہ بدگمانی ضرور پیدا کرتا ہے کہ ابھی صرف

طبع آزمائی ہو رہی ہے خیر جب وقت پوری کتاب سامنے آوے گی یا یہ یقین ہو جائیگا
کہ اب مصنف مزید کھینچ تان سے عاری ہے اوسوقت دیکھا جائے گا۔
اس کے بعد آپ نے ستیارتھ پرکاش سے چند فقرے انتخاب کر کے یہ دکھلایا ہے
کہ ہم نے جو مصنف کی سخت کلامیوں کا نمونہ پیش کیا تھا۔ ویسے ستیارتھ پرکاش
میں بھی ہیں۔ مگر ہمارے دوست کو یہہ معلوم نہیں کہ ہمارا مطلب مصنف کے ایسے
فقروں کے پیش کرنے سے سخت کلامی کی شکایت نہیں تھی بلکہ یہہ دکھلانا تھا کہ یہی
آریوں کے مقابل میں مغالطات ہیں جنہوں نے اس کتاب کو علماء کی نظر قبولیت بخشی
ہے جیسا کہ ہم اوپر مفصل لکھ آئے ہیں ایک عقلمند کا قول ہے کہ دوست تین
قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک دوست دوسرا دوست کا دوست اور تیسرا دشمن کا دشمن
پس چونکہ مصنف صاحب آخرالذکر قسم کے دوست تھے لہذا کیا وہ ہماری اس
سند سے بھی محروم رہتے ورنہ بھائی صاحب جیسا کچھ علماء نے اس کتاب کے
مضامین کو سمجھا ہے وہ معلوم۔ بھلا سچ بتائیے گا کہ کیا آج تک کسی اور بھی
ایسی کتاب پر جو "شری گنیش آئیمہ" سے شروع ہوتی ہو آپ کے علماء نے کبھی صداقت
کی مہر ثبت کی ہے۔!

اس کے بعد ہم کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ "آپ اسناد عطا کرنے والوں کو بید
سے متفق ہونے نہ ہونے کی پیخ لگاتے ہیں اگر آپ سمجھدار ہوتے تو سوچ سکتے کہ
جس خاص مسئلہ کی بابت اونھوں نے سند دی ہے وہ درست ہے باقی جواب
جب ملاحظہ کریں گے تو رائے دیں گے۔"
"دیباچہ جو مصنف نے لکھا ہے اوس سے کسی کو سروکار نہیں بلکہ ان کی سند کی تحت
میں صفحہ ۵ سے مضامین شروع ہوتے ہیں نہ کہ دیباچہ جس میں حق گو نے اپنی ذاتی
رائے درج کی ہے۔"

حضرت! میں نے وید سے متفق ہونے نہ ہونے کی پیخ نہیں لگائی تھی بلکہ پوچھا تھا
کہ اون کو کہاں تک اتفاق ہے اگر بقول آپ کے سند عطا کرنے والے صرف اس خاص
مسئلہ سے متفق ہیں تو کیوں نہیں اپنی سندمیں اوس کو صاف کر دیا اب رہی یہ بات کہ دیباچہ

سے سند عطا کرنے والوں کو کچھ سروکار نہیں یہہ بھی سند کے الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتا کہیں
اگر آپ کا یہ عذر مان بھی لیا جائے تو بھی اوس کتاب کا تمام مضمون پکار پکار کر یہ کہہ رہا
ہے کہ مصنف نے وید و قرآن کو ایک دکھلانیکی کوشش کی ہے اور اس پر آپ کے
علماء کی سند ہے پس اب آپ ہی غور فرماکر اپنے کانشنیس سے پوچھئے گا کہ کہاں تک ہمارا
اعتراض غیر واجب ہے؟

اس کے بعد آپ ہمارے مضمون پہ فرماتے ہیں کہ "دراصل ہیں سالگرام دیانندی
کا علماء اسلام کی ہتک وغیرہ کرنے کا مطلب تھا اور نیز یہہ کہ یہ کتاب کبھی طرح
طبع نہ ہوتی جس سے کہ پردہ فاش ہوا"...... اور سناتن دھرمیوں کو کہنے
کی کوشش کی ہے وغیرہ وغیرہ"

بندہ نواز یہہ آپ کی بدگمانی بالکل بے بنیاد ہے میں کسی مذہب کے علماء کی
ہتک کرنا نہایت بیہودہ اور کمینہ حرکت خیال کرتا ہوں ؎

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہاں میں نے اون کی تصدیق پہ کچھ نکتہ چینی ضرور کی ہے کہ جس کے مفصل
وجوہات میرے مضمون میں قلمبند ہیں اور نہ صرف میں نے بلکہ مولوی
ثناء اللہ صاحب نے بھی جسپر آپ بالکل خاموش رہے۔

یہ بات کہ اس کتاب کے طبع ہونے سے ہمارا کیا نقصان ہوا اور سناتن دھرمیوں
کے روکنے سے ہم کو کیا فائدہ ہوگا اس کی بابت ہم نے اپنے پہلے ہی مضمون میں
واقعات کی بناپر یہ ثابت کر دیا ہے کہ باوجود اس کتاب کے شائع ہونے کے بھی آریہ
سماج روزافزوں ترقی کر رہا ہے اب رہے ایسے سناتن دھرمی جن میں سے ایک
نے کتاب زیر بحث (المنصف) لکھی ہے اون کا ساتھ آپ ہی کو مبارک رہے ہم ایسے
سناتن دھرمیوں سے باز آئے ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔

اب اس کے بعد ہم آپ کے اوس مضمون پر متوجہ ہوتے ہیں جسے آپ نے
ہماری کھلی چٹھی کے جواب کا عنوان دیا ہے۔ جناب من معاف کیجئے گا اس میں تو
آپ نے ذرا بھی ہوش سے کام نہیں لیا ورنہ اس قدر نہ بہکتے کاش کہ آپ ہماری چٹھی کو

لفظ بہ لفظ نقل کر کے اپنا جواب شائع کرتے تاکہ ناظرین انوار الاسلام کو آپ کے سوال از آسمان و جواب از ریسمان ،، کی نامہ نگاری کا صاف صاف پتہ لگ جاتا۔ میں نے اپنی چٹھی میں ایک ایسے شخص کو مخاطب کر کے جو وید اور قرآن سے متفق ہونیکا مدعی ہے یہ پوچھا تہا کہ کیا تناسخ کا مسئلہ بھی جو وید کی خاص تعلیم ہے۔ قرآن میں ہے۔؟ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو اس چٹھی کے جواب لکھنے کا کیا حق حاصل تہا اور اگر آپ نے لکھا بھی تو کیا ؟ ہاں آپ کا جواب بطور ایک علیحدہ مضمون کے ضرور ہے جس کے الفاظ سے قطع نظر کر کے ہم صرف اوس کے مطلب کا اقتباس مع اپنے جواب کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اس کو اپنی چٹھی کا جواب نہیں سمجھتے بلکہ آپ کی ایک اور مجمل چٹھی خیال کرتے ہیں اس لئے آپ کی چٹھی کے انتخاب کو کاتب اور اپنے جواب کو مکتوب الیہ کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

وہو ہذا

کاتب "ایسے ایسے عقل کے پتلے بھی موجود ہیں جو فریق ثانی کا ایک لفظ بھی قابل اعتراض دیکھ کر اوسے ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔"

مکتوب الیہ لفظ نہ کھئے فقرہ کھئے بعض فقرے ایسے ہی بنیادی ہوتے ہیں۔ جن پر سارے مضمون کا دار و مدار ہوتا ہے۔ آپ اپنی عقل سلیم سے پوچھ کر ایمان سے بتلا یئے گا کہ مصنف کی اس بنیادی فقرہ یہ کہ "وید و قرآن ہم معنی ہیں"، جو ہم نے جرح کیا تہا اوس کا آپ نے کیا جواب دیا ؟

کاتب "شاید دل دکھانا دیانتداری اصطلاح میں مار دینے کے مترادف ہوگا"

مکتوب الیہ اس فقرہ کا جواب اوس کتاب کو دیکھ کر حاصل کر لیجئے جو جہاد کی تعلیم دیتی ہو اور نہیں تو آریہ مسافر کے قتل کا واقعہ ہے جس سے بڑھکر بزدلانہ اور کمینہ حرکت دوسری نہیں ہو سکتی اس امر کا پورا پورا تصفیہ کر رہا ہے۔

کاتب — ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ جو قرآن میں سچ ہے وہ ویدوں کے مطابق ہے مگر پھر بھی قرآن کو سراسر جہالت کی کتاب لکھدیا اس کا مطلب کھلی چٹھی لکھنے سے پہلے آپ نے کیا سمجھا ہے ذرا میگزین ہی کے ذریعہ سے آگاہ کیجئے"

مکتوب الیہ — اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح پانی میں ایک قطرہ دودھ ملادیا جاوے تو کوئی بھی عقلمند اوس کو دودھ نہ کہے گا بلکہ رسمی طور پر سراسر پانی ہی بتلائیگا کیونکہ اوس سے دودھ کی خاصیت کا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا اسی اصول پر سوامی جی نے بھی لکھا ہے لیکن اس جواب سے اگر آپ کو تسلی نہ ہو تو ایک تمثیل یہ ہے کہ جس طرح آپ نے مصنف المنصف کو باوجود دیباچہ میں جو اوس نے لکھا ہے اوس سے آپ کو اتفاق نہیں جابجا **حق گو** کے الفاظ سے یاد کیا ہے حالانکہ وہ اپنے دیباچہ کی عبارت سے کسی قدر بخیال آپ کے ناحق گو بھی ہے اوسی طرح اس کی بابت بھی سمجھ لیجئے گا۔

کاتب — شاید آپ آریہ مسافر کی تصنیفات سے تناسخ کا ثبوت مانگتے ہوں گے جس نے قرآن کی آیت ولا تطیر الخ کا غلط ترجمہ کیا۔

اوہو! خوب یاد آیا مولوی ثناء اللہ صاحب کا رسالہ بحث تناسخ بھی جواب کے لئے للکار رہا ہے مرد میدان بنو اور تردید کرو"

مکتوب الیہ — مولوی صاحب کا رسالہ جسے آپ نے "اوہو" کے ساتھ خوب یاد کیا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے اور آپ کی اس تحریر کر چلے ہی سے اوس کا جواب لکھنا شروع ہو گیا ہے اور عنقریب نیانہ منہ ہی کے قلم سے شائع ہوگا اوس میں آپ کی آیت متذکرہ صدر کی پوری پوری چھان بین ہوگی خاطر جمع رکھئے۔

کاتب — ابھی تو المنصف کا ایک ہی جواب شائع ہوا ہے جس وقت سب تحریرات کے جواب اس وزن پر آئے تو پھر معلوم ہو جائے گا کہ آپ کس برتے پر کھلی چٹھی لکھتے ہیں" مکتوب الیہ۔ اسکا جواب پہلے ہی آچکا ہے۔
(آپ کا صادق - سالگرام از الہ آباد)

النذیر کی بے تکی تحریر

ناظرین والا تمکین کمترین نے النذیر جلد ۲ کے نمبر ۲ کو پڑھنے کے لئے اٹھایا ہی تہا کہ صفحہ ۱۵ کے خاتمہ پر ایک مضمون بعنوان "ایک سناتن دھرمی اپدیشک کے سوالونکا جواب" نظر آیا جس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ "سوال از آسمان و جواب از ریسمان" کے حسب حال ہے۔ یا یوں کہیئے کہ "دیکھ حصہ شریا اسے انگور کی سوجہی"۔ اس کے حسب مقال۔

اگرچہ ہم کو سناتن دہرمی مہاشیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے الا چونکہ سوالات مہاشیہ مذکور مسئلہ تناسخ کے متعلق ہیں اور مسئلہ متنازعہ فیہ میں ہمارا اور پوران صاحبان کا سر اتفاق ہے لہٰذا اپنے ہمعصر موصوف کی بیجا تحریر کی تنقیح بدلایل قاطع لازم و واجب معلوم ہوئی۔

تفصیل سوالات اپدیشک صاحب سناتن دھرمی

(۱) قرآن کا خدا رحیم ہے یا ظالم۔

(۲) جو جنم کے اندھے لنگڑے لنجے ہیں اونھوں نے خدا تعالیٰ کا کیا قصور کیا تھا جو اندھے لنگڑے لنجے پیدا ہو گئے۔

(۳) قرآن شریف میں محمد صاحب کے واقعات ہیں جو کہ قرآن شریف کے تواریخی کتاب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے میں خدا تعالیٰ نے کیا بھلائی دیکھی تھی۔

جواب سوال نمبر ۱۔ از جانب النذیر۔ "قرآن شریف کا خدا زمین آسمان کا خدا ہر چیز کا مالک قرآن کریم سے رحیم ثابت ہوتا ہے۔ نہ ظالم جیسا کہ آیہ شریفہ۔ ان اللہ کان غفوراً الرحیماً۔ ترجمہ بیشک ہے اللہ تعالیٰ معافی دینے والا نہایت مہربان"۔

وان اللہ لیس بظلام للعبید۔ ترجمہ۔ لاریب اللہ تعالیٰ اپنے بیچاریوں پر ظلم کرنیوالا نہیں

محاکمہ

یک نہ شد دو شد۔ کیا عجب اخفائے واقعاتِ ظلم و جبر (جو قرآن میں جا بجا تفصیل کے ساتھ درج ہیں اور جو تعداد و شمار میں ایک یا دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے اظہار ہیں) قطع نظر دیگر واقعات کے طوفان نوح کو ہی ملاحظہ فرمایئے۔ کہ جس میں انسان تو کیا بلکہ جملہ حیوانات و نباتات تک پر وہ ہاتھ صاف کیا کہ نعرہ الحذر و الامان اہالیان زمین سے بلند ہوا۔ مگر اوس سخت دل کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ یہانتک کہ معصوم بچوں۔ بیواؤں اور یتیموں بیچاروں و بیکسوں غریب مفلسوں اور بے زبان غیر موذی حیوانوں تک پر رحم تک کو کام نہ فرمایا۔ ادہر حضرت آدم کو مجبوری کی حالت میں بہشت سے ادنیٰ سی غفلت پر باہر نکال کر کھڑا کیا۔ حضرت معلم الملایک کو جو کہ نہایت ہی ذکی و فہیم اور یکا موحد تھا۔ آدم کے بت کو سجدہ نہ کرنیکی وجہ سے ملعون ٹھیرایا۔ اور ایک ایک انسان کے پیچھے کئی کئی شیاطین چمٹائی کراماً کاتبین پیچھے لگائے۔ ایوب کو بے خانماں کیا۔ فرعون کا دل سخت کر کے غرق بحرِ عصیاں کیا۔ کفار کے کانوں پر مہریں لگائیں۔ غیر موذی دواب (جن سے کہ نوع انسان کو انواع و اقسام کے فواید بہم پہنچتے ہیں) کے ذبح کا ارشاد فرمایا اور انہیں حلال و طیب ٹھیرایا۔ اور موذی حیوانات درندہ شیر و بھیڑیئے و چیتے و حشرات الارض سانپ و بچھو۔ زنبور وغیرہ وغیرہ موذی حرام ٹھیرا کر روزمرہ کی تکالیف ذبح سے بچایا۔ گویا کہ اول الذکر پر بوجہ موجب ظلم اور موخر الذکر پر بے سبب اور بیجا رحم کو کام میں لایا۔ بنظر اختصار انصاف پسندی یہی واقعات موجودہ کافی و وافی ثبوت قرآنی و اسلامی خدا کے جابر و ظالم ہونے کے لئے کافی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ ہمارے ہمعصر قتل الکافرین و منافقین وغیرہ وغیرہ جہادی و عنادی آیات کو بھی ان ہر دو آیات پیش کردہ کے ضمن میں اگر درج فرما دیتے تو پھر دیکھتے کہ آپ کا جواب کس نتیجہ پر پہونچتا پس ایک دو آیات و بھی روایات کو اقتباس کرنے سے ہرگز یہ نتیجہ نہ نکل سکیگا

کہ فی الحقیقت قرآنی کبریا رحمان ورحیم ہے جب تک ظلم وجبر کے واقعات اور قہار وجبار کے خطابات کو یک قلم قرآن سے علحدہ نہ کر دیا جاوے۔

دوم یہ محض قرآن کا دعوی ہی ہے کہ خدا رحمان ورحیم ہے اس کی تائید کسی شہادت خارجی یا داخلی سے نہیں ہوتی۔

سوم جس حالت میں قرآن باواز بلند پکار پکار کہہ رہا ہے کہ۔ دین بالجبر کے پھیلانے میں قتل وغارت کرو۔ کافروں کی دولت اور عورت تمہارے حق میں شیر مادر ہے یعنی حلال ہے۔ اُن کو لوٹو اور مارو جس جگہ کہ پاؤ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مذہب اسلامی کی ترقی کسی جا پر بھی بہ اخلاص محبت یا بہ واعظ تلقین ہوئی۔ کسی مخالف کو بھی کبھی کسی دلیل سے قایل کر کے مایل اسلام بنایا۔ پس جب یہ بات مثل روز روشن مبرہن ہے کہ ہیچ۔ گل قرآن میں بوئے رحم نہیں بالکل۔ تو کیوں بے فائدہ حق پسندوں کی بلا وجہ مخالفت کرتے ہیں۔

علاوہ بریں اگر آپ کو علم ہیئت سے ذرا بھی آگاہی ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ آپ کس وہم باطل میں پڑے ہوئے ہیں بھلا آپ یہ تو فرمائیے کہ خدا کو زمین کا مالک کہا تو بجا کہا۔ مگر جب کہ آسمان کوئی مجسم شے ہی نہیں بلکہ یوں کہیے کہ قرآن جس شے کو آسمان لکھتا ہے۔ اُسکا کوئی وجود نہیں تو فرضی آسمان کے مالک خدا کی ملکیت بھی فرضی ہوئی نہ کہ اصلی۔ کیا خوب خدا کی! ایسی ہیئت دانی پر آپ کو فخر مبارک رہے۔ ہمارا تو ایسے قرآن اور خدا دونوں کو سلام ہے۔

(جواب سوال نمبر ۲۔ از النذیر) جو جنم کے اندھے اور لنگڑے اور لنجے ہیں۔ اونھوں نے خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اور قصور بھی کوئی نہیں کیا تھا جس کے باعث وہ باغ دنیا میں اندھے وغیرہ پیدا کیئے گئے بلکہ اس باغ لگانے والے نے ہر شی کو اپنے فہم اور شئے کے قرینہ کے موافق لگایا ہے الخ

محاکمہ

کیوں صاحب جب کہ بقول آپ کے ارواح انسان نے خدا کا کچھ بگاڑا ہی نہیں۔

اور نہ کوئی قصور ہی کیا - بلکہ اوس باغ لگانے والے نے ہر شے کو اپنے فہم اور قرینہ کے موافق لگایا ہے - سچ فرمائیے کہیں وہی تو فہم اور قرینہ اختیار نہیں کیا جسکا نتیجہ کہ باغ عدن میں نیکی و بدی کے شجر نصب کرنے کی بدولت .... حضرت آدم کو نصیب ہوا - یا کہیں اوسی عقل کل کی عقل و فہم پر تو آپکا یہ فخر نہیں ہے کہ جسے کار فرما کر معلم الملکوت کو وجود عطا کیا - کہ جس نے اوس کے پاک بندوں کو ابد تک داخل جہنم کرنیکا اجارہ لے لیا - اور کیا اوسی فہم پر شیطان کو سجدہ آدم کا آرڈر دیا تھا یا کسی اور پر قطع نظر اس کے موجودہ اختلاف حالت کی صورت میں جو افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ بعض حضرات انسان سے ظہور میں آتے ہیں و یا خاص احباب مقدرت جن اسباب سے لازمی طور پر صواب کماتے ہیں - تو بحالت مجبوری و بیچارگی بقول سعدی شیرازی کہ ؎

گرچہ تیر از کمان ہمیں گذرد ۔۔۔ از کماندار بیند اہل خرد

اُن کو سزا و جزا کا مستوجب کیوں ٹھہرایا - اور کیوں بلا وجہ بہشت و دوزخ کا اہتمام کیا - کیونکہ انسان اچھی اور بُری حالت میں پیدا ہوئے اور بہ اغوائے شیاطین گناہ و خطا کرنے میں مجبور محض پایا گیا - نہ کہ آزاد و فعل مختار - پس جب کہ وہ کوئی کام بہ نیت مجرمانہ یا مصلحانہ آزادانہ کرتا ہی نہیں تو پھر اپنے گناہ و صواب کی سزا و جزا کا مستحق کیوں ٹھہرایا گیا -

رہی آپ کی تمثیل شجر و ثمر و سنگ و شرر از قسم نباتات و جمادات وہ کسی طرح اختلافات حالات انسانی و حیوانی کے مطابق نہیں مانی جا سکتی - کیونکہ کجا یہ مدرک بالذات و محرک بالاآلات تمتعات حیات سے بہرہ ور - کجا وہ غیر مدرک محروم الحیات کہ جو اختلاف موجودہ کی تکالیف اور آرام کو محسوس کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے - اور نہ نیک و بد اعمالوں کے جوابدہ و ذمہ دار ہیں نہ آپ اعمال سابقہ کے نتائج اس اختلاف حالات کو تصور فرماتے ہیں اور نہ اُس فہم باریتعالیٰ کو کہ جس سے حکمت نے یک مطلق العنان بادشاہ کی طرح بلا وجہ موجہ کسی کو تندرست اور کسی کو بیمار اور کسی کو شست اور کسی کو چالاک کسی کو بینا اور کسی کو نابینا کسی کو مفلس کسی کو گدا اور کسی کو ایک شہنشاہ کے گھر میں پیدا کر دیا اور آپ کے خیال مبارک میں کوئی ظاہرا خوبی اس قسم کے فہم اور قرینہ کے متعلق ہو تو ضرور تحریر میں لا کر نا واقف پبلک پر احسان فرمائیے اور

اگر وہ خوبی درحقیقت آپکے بھی خیال شریف میں نہیں آتی تو عبث تیر درتاریکی نہ چلائے - اور خواہ مخواہ ناواقف لوگوں کو پنجہ جہل میں نہ پھنسائے بلکہ صاف طور پر اقرار کیجئے کہ بحالت انکار تناسخ اس سوال کا کوئی طمانیت بخش جواب نہیں مل سکتا -

(جواب سوال سوم از النذیر) قرآن شریف مومنوں کی ضرورت حقہ کے لئے نازل ہوا چنانچہ خود اسکا بیان ہے -

وبالحق انزلناہ وبالحق نزل - حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کہ سید الاولین والآخرین اور اول المومنین ہیں آپ کو جو ضرورتیں پیش آئیں اُن کے لئے بھی احکام الٰہی برابر نازل ہوئے اس سے وہ تواریخی کتاب نہیں ہو سکتی بلکہ مومنوں کی ضرورتوں کو پورا کرنیوالی کتاب ثابت ہوتی ہے کہ جس سے اسکا کلام الٰہی ہونا اور ضروریات دین کا متکفل کتنا اور تمام کرنیوالا ہونا پایا جاتا ہے -

محاکمہ

براہ مہربانی ذرا اس اجمال کی تفصیل بھی کر دیتے کہ وہ ضرورت حقہ مومنین کیا تھیں - آیا یہی کہ احکام کثرت ازدواج قتل و غارت خلق اللہ وہوس ملک گیری اور غنیمت کے مال کی تقسیم کرنے کے قواعد - اور جبراً و قہراً نوع انسان کو بیدریغ تہہ تیغ کر کے زمین کو آلودہ خون بنانا اور جو اطاعت قبول کرے اوس کو مسلمان بنانا - اور مومنوں کے خیالی بہشت کے خیالی حور و غلمان کی طمع دلانا - یا کہ کچھ اور بھی ؟

ہمارے خیال میں تو قرآن میں ایک بھی ایسی اچھی بات نہیں کہ جو دیگر مذاہب کی کتب مستندہ ومتبرکہ میں نہ ہو - اور قرآن میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتی ہو - قصہ جات بے معنی اور لغویات فرضی و حکایات وہمی سے تو کسی کو بھی انکار نہ ہوگا اور اگر درحقیقت ہے تو امید ہے کہ ہمعصر موصوف ضرور معرض تحریر میں لاکر اپنے قرآن کی شان کو بڑھاوینگے - اور حق پسند لوگوں سے داد چاہیں گے فقط (کمترین شواری لال)

حیات الشیطان

(۱) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جنوں کے باپ کا نام تسوما ہے اور جان اُسکا لقب ہے۔ اور آدم کے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ کہ جان کا نام طارتوش تھا۔ جب اُسکی اولاد اور بچے پوتے دُنیا میں بہت بڑھ گئے تو خدا نے انکو شریعت عطا فرمائی اور سب کو اپنی اطاعت پر مامور کیا۔ طارتوشش اور اُس کی اولاد اور اُس کے پیروکار اُس شریعت پر چلتے تھے۔ اُنکی زندگی بڑے عیش و آرام سے کٹتی تھی۔ یہانتک کہ ستاروں کا ایک دورہ پورا ہوگیا۔ اِس کے بعد وہ سب سرکش و باغی بنگئے۔ اور آپس میں جلنے اور تکبر کرنے لگے۔ ستاروں کے ایک دور کا زمانہ حکمار اوائل کے نزدیک ۳۶ ہزار سال ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک ۲۵۲۰۰ سال کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ محیّ الدین کہ جسکا قول متاخرین کے نزدیک حُجّت یعنی مستند بالقطع ہے ۴۲ ہزار سال اِس گردش کا زمانہ مانتا ہے۔ غرضیکہ جب وہ دور ختم ہوگیا۔ تو خدا نے اُن سب کو خوفناک عذاب میں مبتلا کیا لیکن اِس قوم کے نانوانوں کو جو بندگی کے طریق پر ڈٹے رہے تھے۔ امان دی اور انہی میں سے ایک شخص کو جسکا نام جلیانش تھا اُنکا سردار بنایا اور نیا ہدایت نامہ شریعت اُنکو عطا کیا۔ جب ستاروں کا دوسرا دور ختم ہوگیا۔ تو وہ بھی اس سبب سے کہ پیدائش ہی سے وہ قہار پیدا کئے گئے تھے۔ نافرمان اور غدار بن بیٹھے۔ اسواسطے خدا کا حکم ہوا۔ کہ اُنکو فنا اور نیست و نابود کیا جاے۔ جو لوگ باقی بچے اور خدا کی بندگی پر مستقل رہے۔ اُنکو قہر الٰہی سے امان ملی۔ اور اُن میں سے ایک شخص کو جسکا نام بلیقا تھا اُنکا حاکم مقرر کیا گیا۔ جب تیسرا دور ختم ہونیکو آیا۔ تو اُنھوں نے پھر سر اُٹھایا۔ خدا نے پھر اُنپر قہر نازل کیا اور اُن سے سخت بدلہ لیا۔ اور جو بھلے مانس اُن میں تھوڑے سے بچے۔ وہ کچھ عرصہ پاکر بیشمار بڑھ گئے اُن میں ایک شخص ہاموس نامی تھا۔ کہ فضیلت و دانائی و صلاح و بھلائی میں گرامی تھا۔ اُنکا سردار بنایا گیا۔ وہ مدتوں نیکی و بدی و ہدایات شرع کی تعلیم دیتا رہا۔ ازاں بعد وہ رب العالمین کی رحمت میں سما گیا اُس کے بعد جنوں کی شریر قوم پھر باغی ہوگئی۔ خدا تعالےٰ نے رسول بھیجے لیکن اُنہوں نے اُنکی کسی نصیحت و فہمائش پر خیال نہ کیا۔ اور اُنکا کہنا خاطر میں نہ لائے یہانتک کہ چوتھا دور بھی ختم ہولیا۔ خدا چاہتا تھا کہ نئی دُنیا بنائے اور اِن سب کا کُھر کھوج مٹائے اِس لئے فرشتوں کا ایک گروہ اُنکی گوشمالی و پاداشش و جنگ کے لئے نامزد ہوا۔ اور وہ آسمان سے اُترے اور جنوں کے ساتھ بڑی بھاری لڑائی ماری۔ یہانتک کہ اُنہوں نے بہتیرے جن قتل کر ڈالے۔ جو بچے کھچے وہ جزیروں و جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اور جو ابھی بچے تھے اور جنھیں کچھ عقل و شعور نہ تھا۔ فرشتوں نے اُنہیں قید کر لیا۔ اُن قیدیوں میں ابلیس بھی تھا۔ فرشتے اُسکو اپنے ساتھ آسمان پر لے گئے۔ وہ اُن میں رہنے سہنے اور پرورش پانے لگا۔ اُسکا فہم دن بدن ترقی پر تھا۔ یہانتک کہ وہ فرشتوں کی تعلیم پر مقرر ہوگیا۔

کلمتہ الاطائف کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ اُس کے اُپدیش کا اکھاڑہ خدا کے تخت کے نیچے جمتا تھا۔ وہ جب یاقوت کے منبر پر کھڑا ہوتا تھا تو روشنی کا جھنڈا اُس کے سر پر نصب کیا جاتا تھا۔ اُسکی مجلس میں اتنے فرشتے اکٹھے ہوتے تھے۔ کہ اُنکی تعداد سوائے خدا کے اور کسی کی گنتی میں نہ آتی تھی۔ جب اوسکو عبادت الٰہی کرتے کرتے سالوں گذر گئے۔ تو اتنے عرصہ میں جنوں کی اولاد پھر بہت بڑھ گئی اور اُن سے جزیرے اور ویرانے اور تمام اُجاڑیں بھر گئی تھیں اور چاروں طرف دُنیا میں پھیل گئے تھے۔ خداشناسی اور خدا کی عبادت اُنسے دُور ہو گئی تھی۔ ابلیس نے خدا سے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور اُنکو کچھ سمجھاؤں بجھاؤں شاید کہ وہ مان جائیں۔ خدا نے کہا اچھا۔ وہ فرشتوں کا لشکر لیکر آسمان سے اُترا۔ جنونکو چند تابعداروں نے اُس کی بڑھ بڑھ کر خدمت کی اُس نے ایک بھلے مانس کو جسکا نام سہلوب بن ملاتب تھا۔ ایلچی بنا کر جنوں کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ اُنکو مذہب کی پیروی کی ہدایت دیوے۔ ایلچی بیچارہ گیا۔ اور جیساکہ عزازیل نے کہلا بھیجا تھا۔ سب کچھ اُن سے جاکر کہا۔ وہ جل بھُنکر کوئلے ہو گئے۔ اُسکا ایک بھی کہنا نہ مانا۔ بلکہ اُسکو وہیں مار ڈالا۔ ابلیس کو اس معاملہ کی خبر نہ تھی۔ جب مدت تک رسول واپس نہ آیا تو ابلیس بہت جھنجھلایا۔ دوسرا ایلچی پھر روانہ کیا۔ اُنہوں نے اُسکو بھی وہیں کھیت رکھا۔ عزازیل پے درپے ایلچی بھیجتا تھا اور وہ نالائق اُسے مار ڈالتے تھے۔ آخرالامر یوسف بن یاسف کو بھیجا۔ جب وہ اپنے لوگوں میں پہنچا تو اُنہوں نے ارادہ کیا کہ اُسکو بھی مار ڈالیں۔ وہ بیچارہ بڑے بڑے داؤں اور پیچوں سے موت کے پنجے سے چھوٹا اور چھوٹتے ہی واپس بھاگ آیا۔ یہاں آنکر اُس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اور سب حال و حقیقت بیان کی۔ عزازیل فرشتوں کی فوج لیکر خدا کی بارگاہ سے نکلا۔ اور اپنا لاؤ لشکر لیکر جنوں پر چڑھ گیا۔ اور جا جنگ مارا۔ بہتیرے دُشمنوں اور باغیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور مار ڈالا۔ جو لوگ اُسکی تلوار سے بچے وہ اِدھر اُدھر بھاگ نکلے۔ جب ابلیس نے جنوں کا اسطرح خاتمہ کر دیا۔ تو اُس نے وہاں اپنی مستقل ریاست و حکومت جمالی۔ اور اُسکی حکومت کا پھریرا چاروں طرف لہرانے لگا۔ اور نشان دولت اپنی بہار دکھانے لگا یہانتک کہ وہ خود سر بن بیٹھا۔ اور کہنے لگا کہ میں ہی ہوں دوسرا کوئی نہیں۔ اُس نے یہ بات پکی کر لی کہ اگر خداوند تعالیٰ اتنی بڑی سلطنت کسی اور کو دیگا۔ تو دینے نہ دونگا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو کمالات علمی اور عملی میں یکتہ جانتا تھا۔ اور امور سلطنت میں کسی کو اپنے سے بڑھکر لائق نہ سمجھتا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ دانائی کے تکبر کا بخار اُس کے کاخ دماغ میں ایسا چڑھا کہ کبھی وہ آسمان پر چڑھتا تھا اور کبھی زمین پر اُترتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ تکبر ایکدن غضب ڈھائیگا اور اُس پر تباہی لائیگا۔ اکثر بڑی بڑی شیخیاں کرتا اور تخیلات نفسانی میں پھنسا رہتا تھا۔ اپنی بزرگیاں جتاتا تھا اور اُسپر دلیلیں اور حجتیں لاتا تھا۔ اور بڑی آن وبان اور پیچ دپیچ سے فرشتوں میں بیٹھتا۔ اور اپنی دانائی پر فخر کرتا تھا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ چند فرشتے لوح محفوظ دیکھنے کے لئے گئے جب واپس آئے۔ تو ابلیس نے اُن کے چہرے اوداس اور غمگین پائے۔ فرشتوں سے پوچھنے لگا۔ کہ کیا ہوا تم اتنے اوداس کیوں ہو۔

اونہوں نے کہا کہ آج ہمنے لوح محفوظ میں ایسا دیکھا ہے کہ اب سے تھوڑے عرصہ بعد خدا کا کوئی صحبتی ہمیشہ کیلئے پھٹکارا جائیگا۔ اور سرکشی میں مارا جائیگا۔ اس لئے ہم سب کو اپنی اپنی عاقبت کا فکر پڑ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا ہم میں سے کسی کو اس تباہی میں ڈالے اس لئے ہمارے ہوش و حواس اُڑ رہے ہیں۔ ابلیس نے کہا۔ کہ ایسی بیہودہ باتوں کو دل میں جا نہیں رکھا کرتے۔ کہ یہ بات ہمارے تمہارے ساتھ ہی تعلق رکھتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مجھے سالوں سے اس بات کی خبر ہے اور میں نے آجتک کسی سے نہیں کہی۔ ابلیس کو دیرینہ تجربہ تھا۔ اور کچھ تکبّر کا بھی خمار تھا۔ اس نے فرشتوں کی بات پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ اور اُنکی آہ و زاری پر میل نہ لاتا تھا۔ اس لئے ہمیشہ کے دکھوں میں مبتلا ہوا۔ اور خدا نے اُس کی سب عزو قدر خاک میں ملادی۔ اور سراسر نقصان پہنچایا۔ قصہ اسطرح پر ہے :-

جب خدا نے دیکھا کہ زمین پر کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ جو وہاں جاتا ہے خود سر و باغی بن بیٹھتا ہے۔ تو خدا نے فرشتوں کو بلایا اور کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں دُنیا میں اپنا نائب بناؤں اور اس شیطان کو نیچا دکھاؤں کہو تمہاری کیا صلاح ہے۔ شیطان نے جواب دیا کہ جس شخص کو تو مٹی سے بنائیگا وہ کیونکر مجھ سے افضل ہو جائیگا۔ کیونکہ خاک کثیف و ظلمانی ہے اور آتش لطیف و نورانی اور روشنی کو اندھیرے پر ہمیشہ فضیلت ہے۔ میں کہ آگ سے بنا ہوں۔ اُس مٹی کے پتلے سے ہر طرح افضل ہوں۔ خدا نے اور فرشتوں سے پوچھا۔ اُنہوں نے بھی جنوں کی اولاد کا قصہ جو یاد تھا کہہ سنایا کہ جسکو تو بناتا ہے وہی خرابی کرتا ہے۔ بھلا بتلا۔ کہ تو اُسکو جو خون کی ندی بہادے اور دُنیا میں فساد کرے بنا کر کیا لیگا۔ حالانکہ ہم تیری پاکی بولتے ہیں اور تیری قدوسیت کا دم بھرتے ہیں۔ تو جانے دے اس خیال کو اور نہ پیدا کر ایسے آدمی کو۔ خدا کو قدیمی علم تھا وہ جانتا تھا کہ ان بیچاروں کو کیا خبر ہے۔ کہ آدم کسطرح کا مظہر کمالات الٰہی و محل ودیعت اسرار بادشاہی ہوگا اسلئے کہنے لگا۔ ہاں ہاں مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تمکو اس بات کی کیا سمجھ ہے اور تم کیا جانتے ہو۔ غرضیکہ کچھ نہیں جانتے۔

فرشتوں نے جب یہ بات سُنی تو وہ اپنی جرأت سے خبردار ہوئے۔ کہ ہم کیا کر بیٹھے۔ منتیں کرنے لگے۔ اور تکثیر بخششیں مانگنے۔ ابلیس اسی طرح اپنے اعتراض اور انکار پر ڈٹا رہا اور یہ بات داناؤں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اُس نے سب چیزوں کے نام بالخصوص آدم کو سکھائے۔ اور پھر فرشتوں سے پوچھا اور آدم اور فرشتوں کا امتحان کیا۔ کیونکہ اُنکو آدم کے پیدا ہونے کیوقت یہ گمان تھا اور وہ آپس میں کہتے تھے۔ کہ ہمارا خدا جسکو پیدا کریگا اور جسکو سند خلافت پر بٹھائیگا۔ وہ خدا کے نزدیک ہم سے زیادہ عزیز نہ ہوگا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جاوے۔ تو ہم اُس سے زیادہ ہی عالم رہینگے کیونکہ ہمکو خدا کی عبادت کرتے اور خدمتیں کرتے سالوں گزر گئے ہیں۔ اور ہمنے خدا کی لوح محفوظ سے علم پڑھا ہے۔ اس کے بعد فرشتے جب ناموں کے بتانے سے عاجز رہ گئے۔ تو آدم نے پُر پُر سب بتادئے تو فرشتے سمجھے کہ فی الواقعہ فضیلت میں آدم ہم سے بڑھ گیا۔ اور اُن بیچاروں نے اپنے قصور کا اقرار کیا۔ کہ ہمکو کچھ نہیں

آتا۔ اے خدا تو ہی سب کچھ جانتا بوجھتا ہے۔ ہمیں تو اتنی ہی عقل و علم ہے جتنا تو نے ہمیں بتا رکھا۔ الغرض جب آدم نے
کہ ظاہری جمال اور معنوی کمال سے آراستہ تھا۔ اسقدر فروغیت پائی۔ تو خدا نے بڑے بڑے فرشتوں سے کہا کہ تم اس
ذات کامل الصفات یعنی آدم کی تعظیم و تکریم بجالاؤ جسپر سب فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور تمام کے تمام آدم
کے آگے اپنا ماتھا رگڑنے لگے۔ اور لگے باری باری سجدہ کرنے۔ لیکن ابلیس اسی طرح سر ہلاتا رہا۔ اور نہ وہ اوندھا ہوا اور نہ
اس نے سجدہ کیا۔ خدا نے کہا کہ تو کافر ہے۔ اس نے کہا اچھا۔ مجھے تو مہلت دے کہ میں انہیں سمجھاؤں اور جنکو تو پیدا
کرے انکو راہ سے بھٹکاؤں اور گمراہ کروں۔ خدا نے کہا فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ کہ جا تجھکو مہلت دیگئی۔ لیکن خدا نے اسی اسلئے
کہ اس نے آدم کو سجدہ نہ کیا تھا۔ بہشت سے نکالدیا۔ اور کہا کہ تو ہمیشہ کے لئے پھٹکارا گیا۔ اور لعنت کا طوق تیرے گلے میں
ڈالا گیا۔ اور تو مردود ہو گیا۔ نکل جا یہاں سے کہ تیرا یہاں کچھ کام نہیں۔ جہاں تیرے سینگ سمائیں وہاں چلا جا۔
راویوں نے خبر دی ہے کہ آدم کا دل جب وہ بہشت میں تھا۔ تو کسی یار و آشناو صحبتی کے لئے لوچتا تھا۔ اس نے خدا سے بڑی
بڑی منتیں کیں۔ کہ جسطرح ہو سکے مجھے کوئی صحبتی دے (شاید خدا کی صحبت سے گھبرا گیا تھا) خدا نے خواب کا بادشاہ اس کے
ملک وجود پر بھیجدیا۔ اور اس کے بائیں بازو سے حوّا پیدا کی کہ آدم کو خبر تک نہ ہوئی۔ جب آدم جاگا اور اس حوّا کے چہرے
کی روشنی اسطرح دیکھی۔ تو پوچھنے لگا کہ تو کون ہے اور کیونکر آنا ہوا۔ حوّا نے کہا کہ میں تیرے بدن سے پیدا ہوئی اور
خدا نے مجھے تیری محبت کے لئے بنایا۔ اور تیری زوجہ قرار دیا ہے۔ آدم یہ بات سنکر خوش ہو گیا اور لگا شکر کرنے۔ خدا کے
حکم سے ان دونوں کا نکاح ہو گیا اور کہتے ہیں کہ خطبہ ان کے نکاح کا خدا نے پڑھا تھا (گویا خدا انکا قاضی تھا)

پھر آدم و حوا بہشت کی سبزہ زاروں اور خوشبودار پھلواڑیوں اور باغوں میں رہنے لگے۔ حکم تھا۔ کہ بہشت کا جو میوہ
چاہیں کھائیں۔ لیکن ایک درخت کو چھونے بھی نپائیں۔ عالموں کا اس بات میں اختلاف ہے۔ کہ وہ درخت کونسا تھا۔ کہ
جسکے کھانے سے خدا نے منع کیا تھا۔ جو عام لوگوں میں مشہور ہے وہ تو یہی ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔ مسلمانوں کی
کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بہشت کے باغ اور گلزار ان کے ہاتھ آئے۔ تو انہوں نے خوب مزے اوڑائے مطلق العنان
ہو گئے۔ شیطان جسکو پھٹکار مل چکی تھی۔ اسکو وہاں جانیکی سخت ممانعت تھی۔ وہ فرشتوں سے نکل گیا۔ اور اسکو اس
واقعہ سے اسقدر غصہ آیا اور ایسا حسد پیدا ہوا کہ دن رات یہی سوچتا رہتا تھا۔ کہ کب موقعہ پاؤں تو اپنے تئیں بہشت میں
پہنچاؤں آدم کو بہکاؤں اور وہاں سے نکالدوں۔ پھر جہاں اسکا جی چاہے چلا جائے۔ اس لئے وہ پہلے مور کے پاس گیا۔
اور اس سے اس کام میں مدد مانگی اور کہا کہ میری اور تیری مدتوں کی دوستی ہے۔ اور پچھلے وقتوں میں ہم تم دونوں اس
بہشت کے اکٹھے نگہبان رہے ہیں۔ اب التماس یہ ہے۔ کہ تو مجھے اپنے پروں میں چھپا لے اور مجھے بہشت میں لیچل تاکہ
میں وہاں جاؤں۔ اور اپنے قدیمی دشمن سے ایسا کروں کہ اسکو بہشت سے نکالدوں اور اپنا بدلہ لوں۔ مور نے اسبات سے

انکار کر دیا اور کہا کہ تو سانپ کے پاس جا۔ ابلیس مور کے کہنے پر سانپ کے پاس آیا۔ اور اُسکو اُسی طرح بہکانا شروع کیا کہ جسطرح اُس نے مور کو بہکایا تھا۔ اور اپنے پچھلے تعلق جتائے اور اپنی صحبت کے گذرے ہوئے دن یاد دلائے۔ اور پھر اپنے مطلب کی بات درمیان میں لایا۔ سانپ پر شیطان کا منتر چل گیا۔ اور وہ اُسکو اپنے منہ میں رکھکر بہشت میں اس طرح لے گیا کہ بہشت کے دربانوں کو سر و پیر خبر نہ ہوئی یہانتک کہ وہ آدم و حوا کے پاس پہنچا۔ اور جاتے ہی اُن کے پاس بیٹھکر بیطرح منہ بسور کر رونے لگا۔ اُنہوں نے اُسے مطلق نہ پہچانا۔ پوچھا کہ تو کس لئے روتا ہے ابلیس نے کہا کہ میں تمہارے عاقبت کا حال پر روتا ہوں۔ کہ خدا تمکو اس بہشت سے نکالدیگا۔ پھر تم کیا کروگے۔ اور ایسی نعمتیں کہاں کھاؤ گے۔ مشکل یہ ہوگی کہ تمہاری زندگی سراسر تلخ ہو جائیگی۔ ابلیس اُن سے یہ باتیں کر کے چلدیا آدم و حوا کو بڑا فکر پیدا ہوا اور وہ لگے ڈرنے۔ شیطان لوٹکر پھر اُن کے پاس آیا اور آدم کو کہنے لگا۔ اگر تو میری بات پر اعتبار کرے اور میرے کہنے سے ٹلے نہیں تو میں تجھکو ایک درخت دکھاؤں۔ کہ اگر تو اُسکا میوہ کھائے تو تو ہمیشہ بہشت میں ہی رہے کہیں نہ جائے۔ اور دولت و دوام تیرے اقبال میں راہ نپاوے۔ آدم نے کہا بتا تو وہ کونسا درخت ہے ابلیس نے اُسکو وہ درخت دکھا دیا کہ جسکا پھل کھانے سے اُسکو منع کیا گیا تھا۔ اُسکو پھر آدم جھانسہ دیا۔ اور پھر قسم بھی کھائی کہ مجھ سے بڑھکر تمہارا ناصح اور کون ہے۔ آدم شیطان کی بات سے فکر میں پڑگیا اور شیطان اُن کے پاس سے اُٹھ گیا۔ اور آدم بھی بہشت کی ایک طرف جانکلا۔ ابلیس پھر حوا کے پاس پہنچا۔ اور اُسکو داؤ فریب دئے۔ حوا اُسکی باتوں پر لٹو ہوگئی۔ ساتھ ہی سانپ نے بھی ابلیس کے قول کی گواہی دی کہ یہ سچ کہتا ہے تو اسکا کہنا مان لے۔ آدم اپنی پہلی جگہ پر پھر ہٹ آیا۔ حوا اُس سے بولی کہ سانپ بہشت کا دربان ہے۔ اُس نے اس مشفق امین کے صدق کلام پر گواہی دی ہے اُسکی اس میں کوئی ذاتی اور فاسد غرض نہیں۔ اس لئے پہلے میں اُس درخت کا پھل کھاتی ہوں اگر کوئی نقصان پہنچا۔ تو تو میری خاطر معافی مانگیو اور اگر نہیں تو تو بھی کھا۔ تاکہ ہمیشہ کی بہشت اور دولت ہماری بنی رہے۔ حوا نے اُسوقت اُس پھل کا کچھ حصہ کھایا اور اُس کے کہنے اور سننے سے آدم نے بھی کچھ کھایا۔ ابھی تک وہ پھل اُن کے معدہ میں جاکر نہیں ٹھیرا تھا۔ کہ بہشتی لباس اُن کے بدن سے اُتر گیا اور ننگے دھڑنگے رہگئے۔ درخت انجیر کے پتوں سے اُنہوں نے اپنا ستر ڈھانپا۔ جب یہ اُن کی حالت ہوگئی۔ تو خدا نے پکارا۔ اے آدم تو جانتا ہے کہ اس برہنگی کا سبب کیا ہے اُس نے کہا ہاں۔ اے میرے خدا۔ یہ اس لئے ہوا کہ میں نے درخت ممنوعہ کا پھل کھایا۔ اور تیری وصیت پر عمل نہ کیا۔

(روضۃ الصفا جلد اوّل صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰)

مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

(۳) جب مریم حاملہ ہوئی اور کوئی شخص اُس کے نزدیک سوائے ذکریا کے جاتا آتا نہ تھا۔ یہودیوں نے ذکریا پر زنا کی تہمت لگائی اور اُس کے قتل کے درپے ہوئے۔ ذکریا کو بھی اس معاملہ کی خبر لگ گئی۔ اُس نے ارادہ کیا کہ اپنی قوم سے بچکر بھاگ نکلے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ کہ بے تحاشا بھاگا راستہ میں ایک درخت دیکھا۔ کہ اُس سے آواز نکلتی تھی۔ کہ اسے ذکریا میری طرف آ۔ ذکریا درخت کیطرف گیا۔ اور وہ درخت بیچ سے پھٹگیا۔ اور اُس نے ذکریا کو اپنے شگاف میں چھپا لیا اتنے میں اُس کے دونو شگاف پھر مل گئے۔ شیطاں نے اُس کے درخت میں گھستے ہی اُس کے کپڑے کا کنارہ پکڑ لیا۔ اور وہ درخت سے باہر ہی لٹکتا رہا۔ ذکریا کے تلاش کرنے والوں نے شیطان کو انساں کی صورت میں دیکھا اور پوچھا کہ اس شکل و شباہت کا کوئی بڈہا ادہر سے جاتا تیری نظر پڑا یا نہیں۔ شیطان بولا کہ میں نے اُس بڈہے سے زیادہ جادوگر کوئی نہیں دیکھا کہ اُس نے اپنے جادو کے زور سے اس درخت کو پھاڑا اور اُس میں چھپ بیٹھا۔ یہودیوں نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ شیطان بولا کہ اگر تمہیں یقیں نہ آوے تو یہ دیکھو اُس کے کپڑے کا کنارہ میرے ہاتھ میں ہے۔ کہ ابھی تک باہر لٹک رہا ہے یہودیوں نے چاہا کہ اُس درخت کو آگ لگا دیں۔ شیطان نے انکو کہا کہ نہیں اس درخت پر آرہ دہر کر چیر ڈالو اُنہوں نے شیطان کے کہنے سے ایسا ہی کیا۔ لکھا ہے کہ جب ذکریا کے سر پہ آرہ چلا تو اُس نے چاہا کہ آہ کھینچے۔ کہ خدا بول اُٹھا چپ رہ ورنہ تیرا نام نبیوں کے دفتر سے کاٹ ڈالونگا۔

(روضۃ الصفا صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ نول کشور جلد اول حال قتل ذکریا)

(۴) اسی شیطاں کی بابت جلد دوم روضۃ الصفا میں لکھا ہے۔ کہ جنگ اُحد میں اُس نے محمد صاحب کے مرنے کی خبر اُڑائی تھی چنانچہ وہاں کی اصل عبارت یہ ہے :-

و شیطاں در معرکہ ندا کرد کہ بہ تحقیق محمد کشتہ شد۔ چنانکہ ایں خبر موحش بمدینہ رسید و مسلمانان متحیر و سراسیمہ شدند ابو سفیان سخن شیطاں باور کردہ گفت اے معشر قوم کدام یکے از شما محمد را بقتل رسانید۔ این قسمیہ گفت کہ من او را کشتم۔

(صفحہ ۱۰۹ روضۃ الصفا جلد دوم)

پھر جلد دوم روضۃ الصفا صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ نولکشور میں لکھا ہے :-

(۵) کہ حضرت محمد مصلحت دینی کے سبب سے قرآن کی آیات مشرکوں کے سامنے پڑہتے تھے۔ ایکدن قریش کی محفل اور مسجد الحرام میں سورہ نجم پڑہی۔ اسی اثنا میں شیطان نے فرصت پاکر محمد صاحب کی زبان سے سجا دیئے۔ افرایتم اللات و منات والثالثۃ الاخریٰ کے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتہن لترتجی کہلوادی۔ جس سے سب قوم قریش کے لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ محمد نے ہمارے خداؤں کی بھی تعریف کی ہے۔ شکر ہے۔ پھر لکھا ہے کہ جبرئیل آئے اور اُنہوں نے محمد صاحب کو سمجھایا۔ کہ یہ آیت شیطاں کی طرف سے تھی۔ محمد صاحب بڑے پشیمان ہوئے

اور انہوں نے قوم قریش سے بتوں کی تعریف کرنی چھوڑ دی - قریش بولے کہ جب تو نے یہ کام کیا کہ ہمارے خداؤں کو چھوڑا تو ہمارا تمہارا کچھ واسطہ نہ رہا۔ (دیکھو روضۃ الصفا صفحہ ۵۹ جلد دوم مطبوعہ نول کشور لکھنؤ)

(۵) صحیح مسلم میں ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر مدینہ میں جن ہیں کہ مسلمان ہوئے ہیں پھر جب تم دیکھو اُن سے کوئی چیز بنجاویں یعنی اگر وہ سانپ بن جاویں تو اُن کو تین دن اطلاع کر دو - پھر بھی اگر ظاہر ہوں اُس کے بعد تو اُنکو مار ڈالو کہ وہ شیطان ہیں یعنی وہ جن ہیں - (تحفۃ الاخیار صفحہ ۶۵)

(۶) مسلم میں ابو داؤد سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ خدا کا دشمن شیطان ایک شعلہ آگ کا لایا تھا - کہ میرے منہ میں لگا دے سو میں نے تین بار کہا کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے پھر میں نے تین بار کہا کہ میں خدا کی پوری لعنت بھیجتا ہوں تجھ پر پھر بھی نہ ہٹا - پھر میں نے اُسکا ہاتھ پکڑنا چاہا - قسم خدا کی اگر ہمارے سلیمان بھائی دعا نکر گئے ہوتے تو صبح کو وہ بندھا پڑا ہوتا کہ مدینے کے لڑکے اُس سے کھیلتے۔

(۷) بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جنوں میں سے ایک راکشش رات کو میرے آگے گھس پڑا میری نماز توڑ دینے کو سو اُسکو خدا نے میرے قابو میں کر دیا پھر میں نے اسکو پکڑ لیا - سو میں نے چاہا کہ مسجد کے کھمبوں سے کسی کھمبے میں باندھ دوں - پھر میں نے اُسکو دھکیل دیا دھکا دیکر - (تحفۃ الاخیار صفحہ ۷۳)

(۸) جن اور دیو حضرت سلیمان کے قابو میں تھے - اور اُنہوں نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ ایسی بادشاہی میرے بعد کسیکو نہ ملے اسواسطے حضرت نے اُس شیطان کو چھوڑ دیا - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگرچہ ولی کامل ہو شیطان کے غلبہ سے نڈر نہیں ہو سکتا - اسواسطے کہ اس مردود کی اتنی جرأت ہے کہ حضرت کے ساتھ بے ادبی کو طیار ہوا تھا۔

(صفحہ ۷۳ تحفۃ الاخیار)

(۹) روضۃ الصفا صفحہ ۱۸ جلد اوّل میں ہے :-

شیطان کا دوست ادریس کو بہکانا اور اُسکا پتھر کا بت بنانا اور لوگوں سے اُسکی عبادت کرانا

لکھا ہے کہ ابلیس کے آسمان پر عروج کرنے سے پیشتر زمین میں اُسکا ایک دوست تھا - کہ وہ کبھی حضرت ادریس سے جدا نہ ہوتا تھا - بلکہ جسطرح دھوپ سے روشنی جدا نہیں ہوتی - اسی طرح وہ اُس کے ساتھ لگا لگا پھرا کرتا - اور کبھی الگ نہ ہوتا وہ اتفاقاً بچھڑ گیا - اُس دوست کو بہت رنج ہوا - شیطان نے اُس کے رنج و غم و مصیبت و الم کا سبب دریافت کیا اُس شخص نے جواب دیا کہ یہ سبب اُداسی و پریشانی مجھے ادریس کی خدمت سے دور ہونے اور اُسکی صحبت کے جاتے رہنے سے ہے - مجھے اُسکی ہم نشینی سے ہر طرح کا علم ملتا تھا - اور خوشی حاصل ہوتی تھی شیطان نے کہا کہ اگر تو کہے تو میں اُس جیسی ایک صورت تجھے دکھاؤں - تاکہ تیرے دل کو تسلی ہو اور تیرا یہ سب دُکھ درد جاتا رہے - اُس نے کہا کہ جیسی

تیری مرضی ہو مجھے اور کیا چاہیئے۔ شیطان نے ایک صورت گھڑی کہ ادریس کے ہوبہو مشابہ تھی۔ جب اُس پیر فانی یار نے وہ صورت دیکھی اُس کا رنج و غم سب جاتا رہا۔ اور اُس صورت کو اُس نے اپنے گھر میں لا کر ایسی جگہہ گاڑ دیا کہ کسی کی نظر اُس پہ نہ پڑتی تھی۔ بیچارہ صبح و شام اُس صورت کو دیکھتا رہتا اور اس طرح اپنا غم غلط کر لیا کرتا تھا۔ اتفاق سے وہ شخص ناگہانی موت سے مر گیا۔ اور جب آدمیوں نے اُسکو کئی روز تک نہ دیکھا تو وہ اُس کے گھر آئے اور دروازہ کھول کر دیکھا تو اُسے مردہ پایا۔ اور سامنے وہ صورت اُنکی نظر پڑی۔ وہ اس حال سے بڑے متعجب ہوئے۔ اتنے میں شیطان بھی آدمی کی شکل میں اُن کے پاس جا پہنچا۔ اور کہنے لگا کہ ادریس اور یہ آدمی کہ اُسکا یار تھا۔ دونوں اِس صورت کو خدا کی شکل سے پوجا کرتے تھے۔ اور اسی لئے اُنکی دعا قبول ہو جاتی تھی۔ شیطان کی یہ بہکاوٹ لوگوں کے دلوں پر اثر کر گئی۔ لیکن ہر ایک آدمی نے اُس مورتی جیسی ایک ایک گھڑ لی۔ اور اُسے پوجنے لگا۔ جس سے مورتی پوجا کی رسم تمام جہان میں پھیل گئی۔ بعضوں کا قول ہے۔ کہ بت پرستی کا آغاز تب سے ہوا ہے کہ جب آدم کی اولاد اُسکی نعش کو صندوق میں بند کرکے اپنے ساتھ طواف میں لے جاتی تھی۔ اور آدم کی وصیت کے موافق نہیں چاہتی تھی۔ کہ قابیل اور اُسکی اولاد کی اُس پر نظر پڑے۔ اس پر شیطان کو موقعہ ملگیا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ چنانچہ وہ قابیل اور اُس کے لڑکوں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اگر تم مناسب سمجھو۔ اور بہتر خیال کرو تو تمہارے واسطے بھی ایسی صورت بنا دوں کہ ہوبہو آدم جیسی ہو اور ہمیشہ تمہارے ہمراہ رہا کرے۔ اُنہوں نے اس بات کو مان لیا۔ شیطان نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا ایک صورت بنائی اور قابیل کی اولاد نے اُسے ایک صندوق میں رکھ لیا پس جہاں کہیں کہ وہ جاتے اُسے اپنے ہمراہ رکھتے۔ عرصہ پا کر اُنکی دیکھا دیکھی ہر ایک قوم نے اپنے لئے اُس جیسی شکلیں بنا دھریں۔ سالوں پر سال اور مہینوں پر مہینے گزر گئے۔ پھر تو عام لوگ اُن کی پرستش کرنے لگے۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ ادریس کی وفات کے بعد چند بزرگوار مستجاب الدعوات تھے۔ کہ وَدّ۔ وسواع ویغوث ویعوق ونسر اُنکا نام تھا۔ جب اُن میں سے ایک مر گیا تو اُس کے رشتہ داروں نے اپنا دل بہلانے کے لئے اُس جیسی ایک شبیہ بنالی تھی۔ اور اپنے گھر میں گاڑ چھوڑی تھی۔ جب ان لوگوں کے بزرگ مر گئے اور کوئی بڑا اُن کے سر پر نہ رہا۔ اُنکی اولاد ہی اولاد تھی۔ تو شیطان اُن کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ یہ تمہارے خدا ہیں۔ تم اُنکی پرستش کرو۔ اُن بیچاروں نے شیطان کی بات مان لی۔ اور لگے مورتی پوجنے۔ یہ بُت سب کے سب طوفان نوح میں گم ہو گئے تھے۔ شیطان نے پھر کھوج کرکے نکالے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں بانٹ دئے اور قبیلہ والوں نے اپنے اپنے خدا بنا کر رکھ لئے۔ یہ خراب رسم زمانہ اسلام تک برابر جاری رہی۔

اس قصہ کی بابت ایک اور روایت وہ تھی جسکا ذکر قابیل کے حال میں ہو چکا ہے۔ اور بعضوں کا کہنا یہ ہے۔ کہ آتش پرستی کی رسم ابراہیم کے زمانہ سے چلی ہے۔ کیونکہ شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالدی۔ کہ ابراہیم جو آگ میں

نہ جلاوے اس لئے تھا کہ وہ آگ کو پوجا کرتا تھا۔ یا آتش پرست تھا۔ اور بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جب خدا نے لوگوں کو رسولوں کی زبان سے دوزخ کی آگ سے ڈرایا تو شیطان نے اُنکو کہا کہ تم آگ کو پوجا کرو۔ پھر یہ آگ تمکو نہ جلائیگی اس تقریر سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یہ خراب رسم کس زمانہ میں پیدا ہوئی تھی۔ اور کچھ لوگوں کا یہ قول ہے کہ دارا گُشتاسپ کے زمانہ میں جب زردشت نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ اور ایک کتاب بنائی جسکا نام ژند تھا۔ اُسی نے لوگوں کو آگ کے پوجنے پر آمادہ کیا اور اُنکو ترغیب دلائی۔ اور کہا کہ جو کوئی شخص دنیا میں آگ کو پوجا کریگا۔ تو خدا عاقبت میں اُس پر عذاب نہ فرمائیگا۔ (روضۃ الصفا صفحہ ۱۰ جلد اوّل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

(۱۰) لکھا ہے کہ حضرت محمد کی پیغمبری سے پہلے شیطان آسمان پر جاتے آتے تھے۔ اور ایک جگہہ کھڑے ہوکر وہاں کی باتیں سُنتے تھے۔ جو جو باتیں کہ فرشتے دُنیا کے بننے اور بگڑنے کی اُمیں پر کہتے تھے۔ اُن میں کچھہ اپنی بھی جھوٹی باتیں ملا دیتے تھے۔ اور لوگوں کو آن کر بتاتے تھے۔ جب حضرت محمد کو پیغمبر بنے بیس روز گذر گئے تو شیطانوں کا آسمان پر آنا جانا بند ہوگیا۔ یہ جب کبھی جا بھی نکلتے تو آسمان سے بڑے بڑے آگ کے چنگارے برستے اور فرشتے پتھر اُٹھا اُٹھا کر اُنکو مارتے تھے۔ اوّل اوّل جن لوگوں کو اس معاملہ کی خبر لگی وہ ساکنان طائف تھے۔ لکھا ہے کہ شیطان نے جب یہ حال دیکھا تو قیاس سے جانا کہ زمین پر کوئی حادثہ واقع ہوا۔ چنانچہ جنوں کو حکم ہوا کہ جاؤ اس واقعہ کی خبر لاؤ وہ آئے اور زمین کی مٹی اکٹھی کرکے لے گئے۔ شیطان ایک ایک مٹی کو سونگھتا تھا اور پھر پھینکدیتا تھا جبتو ملک عرب کی خاک اُس کے ہاتھہ آئی تو بولا کہ ضرور اس زمین میں حادثہ واقع ہوا۔ اُس لعین کے دل میں بڑا تعجب پیدا ہوا۔

صفحہ ۱۴ روضۃ الصفا جلد دوم

(۱۱) شیطان کا ایوبؑ پر تباہی لانا

پُرانے عہدنامہ ایوب کی کتاب باب ۱ میں لکھا ہے کہ

عوض کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا اور وہ شخص کامل اور صادق تھا۔ اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دُور رہتا تھا۔ اُس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اُس کے مال میں ستر ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچسو جوڑی بیل اور پانچسو گدہیاں تھیں۔ اور اُس کے نوکر چاکر بہت تھے۔ ایسا مالدار اہل مشرق میں اور کوئی نہ تھا۔ اس کے بیٹے ہر ایک اپنے اپنے دن میں اپنے گھروں میں جاکے ضیافت کرتے تھے۔ اور اپنے ساتھہ کھانے پینے کے لئے اپنی تینوں بہنوں کو بُلا لیتے تھے۔ اور جب اُنکی مہمانی کے دن گذر گئے تو ایسا ہوا کہ ایوب نے بھیجکر اُنہیں بُلایا اور اُنہیں پاک کیا اور صبح کو سویرے اُٹھکر اُن سبھوں کی شمار کے موافق سوختنی قربانیاں گذرانیں۔ کیونکہ ایوب نے کہا کہ شاید میرے بیٹوں نے کچھہ خطا کی ہو۔ ایوب ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا۔ ایکدن ایسا ہوا کہ بنی اللہ آئے کہ خدا کے حضور حاضر ہوں

اور شیطان بھی اُن کے درمیان آیا۔ تب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا اور کہا کہ زمین کے ادہر اودہر سے آتا ہوں۔ پھر خداوند نے شیطان سے کہا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کا حال غور کیا کہ زمین پر اُس جیسا کوئی شخص نہیں ہے وہ کامل اور صادق ہے اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے شیطان نے خدا کو جواب دیا۔ اور کہا کہ کیا ایوب مفت میں خدا ترسی کرتا ہے کیا تو نے اُس کے گرد اور اُسکے گھر کے آس پاس اور اُس کے سارے مال و اسباب کے چاروں طرف احاطہ نہیں کیا۔ تو نے اُس کے ہاتھ کے کام میں برکت بخشی ہے اور اُسکا مال زمین پر بہت بڑھتا جاتا ہے۔ لیکن اپنا ہاتھ بڑھا کے اُسکا سب کچھ چھو لیو۔ تو کیا وہ تیرے منہ پر تیری ملامت نہ کریگا۔ خداوند نے شیطان سے کہا دیکھ اُسکا سب کچھ تیرے قابو میں ہے۔ مگر فقط اُسی پر اپنا ہاتھ مت بڑھا تب شیطان خداوند کے حضور سے چل نکلا۔

اور ایکدن ایسا ہوا کہ اُس کے بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھاتے اور مے پیتے تھے۔ اُسوقت ایک قاصد نے ایوب کے پاس آکر کہا کہ ہم بیل جوتتے تھے۔ اور گدہے اُن کے پاس چرتے تھے۔ ناگاہ سبا کے لوگ اُن پر آگرے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تلوار کی دہار سے قتل کیا۔ اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں ہنوز وہ کہتا ہی تھا کہ ایک دوسرے نے آکے کہا کہ خدا کی آگ آسمان سے پڑی اور بھیڑوں اور نوکروں چاکروں کو جلا کے تمام کر دیا۔ اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں وہ ہنوز کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور آیا اور بولا کسدی تین غول کر کے اونٹوں پر جھپک کے اُنہیں لیگئے اور نوکروں کو تلوار کی دہار سے قتل کیا۔ اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں وہ یہ کہتا ہی تھا کہ ایک اور بھی آیا۔ اور کہا کہ تیرے بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھاتے اور مے پیتے تھے اُسوقت بیابان کیطرف سے ایک بڑی آندہی آئی اور اُس کے گھر کے چاروں کونوں میں لگی سو وہ جوانوں پر گر پڑا اور وہ دب مرے اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ تب ایوب نے اُٹھکر اپنا پیرہن چاک کیا اور سر منڈایا اور زمین پر جھک پڑا۔ اور کہا کہ خداوند نے دیا اور خداوند ہی نے لے لیا۔ اُسکا نام مبارک ہے۔

پھر ایکدن یوں ہوا کہ بنی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں اور شیطان بھی اُن کے درمیان آیا۔ کہ خداوند کے آگے حاضر ہو۔ خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے شیطان نے جواب دیکے خداوند سے کہا کہ زمین کے ادہر اودہر سے پھر کے اور اُس میں سیر کر کے آتا ہوں۔ خدا نے شیطان سے پوچھا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کے حال کو کبھی غور کیا۔ آگے پھر وہی جواب ہے جو شیطان نے پہلے دیا تھا۔

تب شیطان خداوند کے حضور سے چل نکلا۔ اور ایوب کو مارا ایسا کہ تلوے سے لیکر چاندی تک اُسے جلتے پھوڑے ہوئے اور وہ ایک ٹھیکرا لیکے اپنے تئیں کھجلانے لگا اور راکھ پر بیٹھ گیا۔

(کتاب ایوب باب اوّل ۲ پرانا عہدنامہ)

نوٹ - اس سب تباہی کا باعث خدا کی وہ آزمایش تھی کہ شیطان نے کہا تھا کہ اگر تو ایوب پر تباہی لاوے تو وہ تیرے منہ پر تیری ملامت کریگا - اور تجھے اچھا نہیں کہیگا - خدا کو گھر کی عقل تو تھی ہی نہیں وہ سمجھا شاید ایسا ہی نہ ہو - چلو آزما دیکھیں - سو خدا نے بموجب اغوا شیطان کے ایوب کا گھر پھونک دیا - اور مال و اسباب سب تباہ کر دیا اور نوکر چاکر مروا ڈالے - یہانتک بھی بس نہ کی - بلکہ مار مار اسکا سر گنجا کر دیا اور چاندی نکالدی - اور اُسے راکھہ کے ڈھیر پر بٹھا دیا -

(۱۲) یہی ذکر روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۹۷ ذکر پیغمبر ایوب میں ہے مفصل دیکھو حاشیہ -

(۱۳) پھر متی کی انجیل باب ۴ آیت ۱ سے ۱۱ تک میں ہے :-

"تب یسوع روح کے وسیلہ سے بیابان میں لایا گیا - تاکہ شیطان اُسے آزماوے اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھہ چکا آخر کو بھوکا ہوا (کیونکہ خدا ہی تو تھا) تب آزمایش کرنیوالے نے اُس پاس آکر کہا - اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بن جائے اُس نے جواب میں کہا - لکھا ہے کہ انسان صرف روٹی سے ہی نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے جیتا ہے - تب شیطان اُسے مقدس شہر میں اپنے ساتھہ لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو تو اپنے تئیں نیچے گرا دے - کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو فرمائیگا - اور وہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لیں گے - ایسا نہ ہو کہ تیرے پانوں کو پتھر سے ٹھیس لگے - یسوع نے اُس سے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما - پھر شیطان اُسے اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دُنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُنکی شان و شوکت اُسے دکھائی - اور اُس سے کہا کہ اگر تو گر کے مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دونگا - تب یسوع نے اُس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے - کہ تو اپنے خداوند خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کی بندگی کر تب شیطان اُسے چھوڑ گیا"

جلّت و قدرت اغوا و اضلال او نداری شیطان گفت یارب چگونہ بروے دست یابم وچوں شکر نعمت تو بجائے نیارد کہ این ہمہ ثروت و مکنت بدو ارزانی درشتی و حشم او بدید اراولاد رشید و شن گردانیدی واگر آنچہ باو انعام کردہ بستانی ترا یک سجدہ نکند و بکلی از عبادت تو تبرا کند خطاب الہی نازل شد کہ اے ابلیس دروغ گفتی و ظن تو درباب برگزیدہ واختلاف ست شیطان گفت مرا بر مال و اولاد ایوب مسلّط گرداں تا بہ بینی کہ حال او بعد از اطاعت و معصیت چوں است بادشاہ بے نیاز فرمودہ بروکہ ترا بر اموال و اولاد ایوب مسلّط دادم ابلیس خرمی نمودہ ذرّیات و اتباع خود را جمع کردہ -

تحفۃ الاخیار الباب الثانی صفحہ ۱۵ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور میں ہے:۔

(۱۴) جابر ان الشیطان اذا سمع النداء بالصلوٰۃ ذہب حتی یکون مکان الروحاء۔
صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سقر شیطان جب اذان سنتا ہے تو وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ جتنی دور روحا ہے۔

(۱۵) انس ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم۔ بخاری اور مسلم میں انس سے روایت ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ شیطان آدمی کے بدن میں پھرتا ہے۔ خون کی طرح۔ (صفحہ ۱۵ تحفۃ الاخیار)
پھر لکھا ہے۔ مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سقر شیطان کی آس ٹوٹ گئی اس سے کہ عرب کے ٹاپو میں اب نمازی لوگ اسکو پوجیں۔ لیکن ان میں فتنہ و فساد ڈالنے کا قابو ہے۔ اور شیطان کا آدمی پر قابو خوب ہے بدخیال ڈالتے ہیں۔ صفحہ ۱۵ تحفۃ الاخیار

(۱۶) پھر لکھا ہے کہ مسلم میں حذیفہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سقر شیطان حلال جانتا ہے اُس کھانے کو جس پر خدا کا نام نہ لیا جاوے اور شیطان اس لڑکی کے ساتھ آیا تھا۔ کہ اُس کے سبب سے کھانا حلال کرے سو میں نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اُسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ اس حدیث سے ثابت ہے کہ کھانا کھاتے وقت اوّل بسم اللہ کہنا ضرور ہے نہیں تو شیطان ساتھ کھاتا ہے۔
تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۵

(۱۷) جابر ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان۔
مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ عورت سقر شیطان کی صورت میں آتی ہے تو جو کوئی عورت کو دیکھے وہ اپنی عورت سے صحبت کرے تاکہ دل سے اُسکا خطرہ دور ہو۔ عورت کو شیطان کی صورت اسواسطے کہا کہ جیسے شیطان آدمی کو بہکاتا ہے ویسے ہی عورت بھی۔ تحفۃ الاخیار صفحہ ۶۲

(۱۸) بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ فرشتے اُترتے ہیں بدلی میں سو آپس میں بات چیت کرتے ہیں اُس کام کی جسکا آسمان میں خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے سو شیطان وہاں جا کے چپکے سُن آتے ہیں۔
پھر لکھا ہے کہ عرب میں ایک قوم تھی جو جن اور شیطان سے راہ رکھتی تھی کچھ ان سے حال دریافت کر کے لوگوں سے کہتی تھی۔ لوگ اُن پر بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ سو لوگوں نے حضرت سے انکا حال پوچھا حضرت نے فرمایا کہ انکی کچھ حقیقت نہیں۔
تحفۃ الاخیار صفحہ ۶۲ مطبوعہ نول کشور

(باقی آیندہ)

(یوگیندر پال)

سواد

کلام و متکلم

نمبر ۲

جناب من! اکئی مہینے کے طویل انتظار کے بعد آپکے رشحات قلم سے آنکھیں روشن ہوئیں۔ آپنے اور فاضل ایڈیٹر صاحب نے ورعنایت سے جو الفاظ بیدریغ میری نسبت استعمال فرمائے ہیں میں اُنکو اپنے رُتبہ سے بہت زیادہ خیال کرتا ہوں۔ بہرکیف اس قدر افزائی کا بھی مشکور ہوں۔ اور اس توجہ فرمائی کا بھی کہ آپنے میرے خیالات کی تنقید میں اپنا عزیز وقت صرف کیا۔

آج دُنیانے جن ناموروں کو فنِ مناظرہ میں مہارت و شُہرت کی ڈگری دیدی ہے۔ اُن میں دو قسم کے باکمال نظر آتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اپنی رائیکے موافق دلایل کو قایم کرتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو اپنی رائے کو دلایل کے موافق قایم کرتے ہیں۔ اگرچہ پہلی صورت بھی قوّت دلایل۔ شوکت الفاظ۔ لطف زبان اور حُسن بیان کے لحاظ سے نہایت قابل مدح ہی لیکن ایک نیک نفس محقق کو (خصوصًا مسایل مذہبی میں) ہمیشہ دوسرا طریق اختیار کرنا چاہئے اور بالکل اپنے تئیں دلایل کے حوالے کر دینا چاہئے۔ میرے نزدیک وہ عمل تسخیر کا ہے تو یہ نُسخہ اکسیر کا ہے۔

ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میں نے جو رائے پیش کی ہے۔ محض دلایل کی بناء پر قایم کی ہوئی ہے۔ مگر یہ حرف کہنے کی بات ہے۔ عموماً تقلید و تعصب کی بناء پر مذہبی مسایل تسلیم کئے جاتے ہیں اور اپنے محدود علم و شخصی رائے کے موافق مخالفوں سے دلیل بازیاں ہوتی ہیں۔

میں کسی آریہ دوست کے ہاتھ میں میگزین دیکھتا ہوں یا کسی محمدی بھائی کے مطالعہ میں انوار الاسلام پاتا ہوں تو عمدًا دریافت کیا کرتا ہوں کہ صاحب! اس میں کوئی بات آپکی رائے کے خلاف بھی ہے؟ اگر میرا حافظہ مجھے دھوکا نہیں دیتا تو ہمیشہ میں نے نفی میں جواب پایا ہے۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ویدک دھرم کے تناسخ جیسے عظیم الشان مسایل میں بھی بعض سرگرم سماجی بہاشئے اتنے بھی واقف نہیں ہوتے جسقدر ایک باخبر مسلمان۔ اور بالکل یہی کیفیت بعض مدعیانِ فضیلت محمدی صاحبوں کی ہے۔ میں اپنی رائے ناقص کے موافق اسکا یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ محمدی کی نظر میں انوار الاسلام کا ہر مسئلہ اس لئے از ہزاق سے قابل ہے کہ وہ ویدک دھرم کا مرد نمبر ۲ ہے۔ اور آریہ کی رائے میں میگزین کا ہر لفظ اسواسطے لایق تسلیم ہے

کہ وہ محمدیوں کا حریف میدان ہے۔ کیا اسکا نام رائے ہے؟ کیا ان رسالوں کے مسایل تمام ناظرین کی فہم وعقل کے موافق ہوتے ہیں؟ اور کیا ایسے پُرجوش منصف مزاج مناظرہ کے ذریعہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!!۔ اس مشرب کے لوگ سب بے شبہ تعصب کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ اور انکی شفایابی کی اگر کوئی صورت ہے۔ تو فقط یہ کہ تحقیق کی تلخ دوا احتیاط کے ساتھ استعمال کریں۔ اور تقلید سے اپنے دل ودماغ کو پرہیز کرائیں۔ احتیاط سے میری غرض یہ ہے کہ آجکل رسالوں میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا جو طریقہ جاری ہے اس نے رسالوں کو فوج کے رسالے بنا دیا ہے۔ میرے نزدیک تو ہے کی اینٹوں سے عناد کی دیواریں تعمیر ہو رہی ہیں یا ڈائنامیٹ کے کارخانے قایم کئے جاتے ہیں جو خدانخواستہ ایکدن ملک کی راحت وعافیت کو اڑا دینگے۔ ہمیشہ چراغ کے نیچے کسی قدر اندھیرا ہوتا ہے۔ مگر جب آمنے سامنے کئی چراغ رکھدئے جائیں تو آپس کی روشنی سے کسی کے نیچے بھی تاریکی نہیں رہتی۔ اسی طرح ہر ایک اہل الرائے حق کی روشنی کے ساتھ کم وبیش جہل کی تاریکی بھی رکھتا ہے۔ لیکن جب چند ہمدرد دوست کسی باریک وتاریک مسئلہ پر ملکر غور کرتے ہیں تو ایک کی روشنی سے دوسرے کی تاریکی زائل ہو سکتی ہے۔ المختصر بحث افادہ کی نیت سے ہو یا استفادہ کی غرض سے احسن طریق یہی ہے۔ اگر فریقین کا خیال یہ ہو کہ جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہوئے ہیں اس میں ترمیم ناممکن اور اسکے خلاف صداقت محال ہے۔ تو ایسے لوگ تحقیق سے مستغنی ہیں اور ان کے لئے بحث ومباحثہ فعل عبث یا تحصیل حاصل ہے۔

آپ اپنے تئیں متلاشی ظاہر کرتے ہیں۔ اور آپکی طرز تحریر آپکے اسم بامسمےٰ ہونیکی شہادت دیتی ہے۔ اس لئے میں آپ کو مخاطب صحیح خیال کرتا ہوں۔ اگر خدانخواستہ میرا خیال غلط بھی نکلا تو بھی یہ ہرگز نہوگا کہ اپنے مشرب۔ آپکی تہذیب اور مکرمی معزز ایڈیٹر صاحب کی امید کے خلاف بیکار ہرزہ سرائی کرکے میگزین کے صفحے سیاہ کئے جاؤں۔ بلکہ فوراً بحث کا سلسلہ منقطع کردونگا۔ فراری نہیں خواہ آپ اسکو اقبالی ڈگری قرار دیں بلاتامل ایک کارڈ پر لکھکر خدمت میں بھیجدونگا ؎

امروز یقین شد کہ نداری سرِ ما ہیچ ⁂ بیچارہ ز لطف تو بدل داشت گمانہا"

کیونکہ قومی میگزین کے صفحے مشاعرہ کی محفل نہیں ہیں۔ جن میں صرف واہ واہ کے لئے نئے نئے مضامین باندھکر شوکت الفاظ اور علوِ خیالات کی داد طلب کیجائے۔ بلکہ ہر تحریر کی علت غائی خالص افادہ یا استفادہ ہونی چاہئے۔ اور جب یہ ممکن نہ رہے تو فریقین میں سے جو جسقدر جلد اس لاطائل ونامعقول فعل سے کنارہ کش ہو۔ اُسی کو ترجیح ہے"

فی زماننا اہل مناظرہ کی جو دو قسمیں میں نے قرار دی ہیں۔ امید ہے کہ آپ کے خیال میں ہونگی۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو (گستاخی معاف ہو) آپکا جواب پہلی قسم میں شمار کیا جا سکتا ہے آپکا راسخ خیال یہ تھا کہ محض سعی کا نام کلام ہے۔ آپنے اسی کے دلایل پیدا کرنے کی بڑی سرگرمی سے کوشش کی ہے۔ اور یہ مجھے تسلیم کرنا چاہئے کہ بڑی قابلیت سے ذکاوت وذہانت کی داد دی ہے مگر بعض جگہ آپکی فطری حق پسندی یا طبعی منصف مزاجی نے حق کے اقرار پر بھی مجبور کر دیا ہے۔

اور یہی فطرت انسانی کا وہ بیش بہا جوہر ہے جو شرافت و دیانت کی جان ہے اور سچی شجاعت جس پر قربان ہے۔

جہاں میں آپکی آزاد منشی رائے کا مداح ہوں۔ اِس امر کی نیازمندانہ شکایت کرتا ہوں کہ مضمون کے بعض اہم مقامات پر آپنے کماحقہٗ توجہ نہیں فرمائی۔ چنانچہ میری درخواست تھی کہ وید و قرآن کے معاملہ سے قطع نظر کرکے محض علمی مسئلہ کی حیثیت سے اول اِس تنقیح کا فیصلہ ہونا چاہئے کہ کلام کا مفہوم کیا ہے؟ مگر آپنے اسکی پابندی نہیں کی۔ اور سعدی صاحب کا ایک پیراگراف لیکر جسقدر تصرفات کی صورتیں میں نے دکھائی ہیں اُنکو علیحدہ علیحدہ بدلایل آپنے نہیں بتایا کہ کیوں ہر صورت میں سعدی کا ہی کلام مانا جاوے؟ جب تک کلام کے مفہوم۔ کلام کے اجزاء ذاتی۔ کلام کے اقسام وغیرہ کا قطعی تصفیہ نہو جائے۔ وید و قرآن کی بابت جرح و تعدیل سے غلط بحث کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے سر بازار دو آدمیوں میں سخت تکرار ہو۔ گالم گلوج اور فوجداری تک نوبت پہنچ گئی ہو۔ خریدار اپنی ترازو میں تول کر دکھاتا ہو کہ جنس پونے پانچ سیر ہے۔ دوکاندار اپنی ترازو سے تول کر دکھاتا ہو کہ دیکھلو پوری پانچ سیر ہے۔ اور لطف یہ کہ باٹ بھی ایک ہوں اور جنس بھی ایک۔ تماشائیوں میں سے سو آدمی دوکاندار کو دغاباز کہہ رہے ہوں۔ اور دو سو خریدار کو بے ایمان بنا رہے ہوں۔ مگر یہ کوئی نہ کہتا ہو کہ عقل کے سوداگرو! دونو ترازوؤں کو جانچ کر پہلے پاسنگ ٹھیک کرلو۔ پھر وزن کی کمی بیشی پر شوق سے اِنہیں باٹوں سے سر پھوڑ لینا۔

اے حق کے متلاشی مہاشے! اگر آپ اِن ضروری امور بالا گزارش کو سرسری نظر سے دیکھینگے تو یقیناً بحث پریشان و منتشر ہو جاویگی۔ اور فریقین ہرگز اُس منزل تک نہ پہنچ سکینگے۔ جہاں کلام الٰہی کے صفات لازمی پر غور کرنا ہے۔ اُس میں قصص و مقولے۔ اُسکی مطابقت فطرت۔ عربی زبان و دیو باشا وغیرہ تنقیحات زیر بحث ہونگی۔

میں اِس مرتبہ پھر کوشش کرتا ہوں کہ خیالات ایک مرکز پر قایم ہو کر بحث ہموار و استوار ہو جائے۔ اور فریقین امر تنقیح طلب سے ادہر اودہر نہونے پائیں۔ اِس لئے جو باتیں قبل از وقت ہیں اُنکا اِس موقع پر جواب نہ دونگا۔ جو باتیں آپنے تسلیم کرلی ہیں اُنکو مسلّمات فریقین سمجھکر علوم متعارفہ قرار دونگا تاکہ آئندہ اُنپر بحث نہ ہو۔ بلکہ اُن سے استناد کیا جاوے جن فقرات کے معنی سمجھنے یا نتیجہ نکالنے میں آپ مشتبہ ہوگئے ہیں۔ اُنکی وضاحت کردونگا۔ تاکہ آپ دوبارہ صفائی کے ساتھ اُن پر اپنی قیمتی رائے ظاہر فرما سکیں۔ اور اُن سب باتوں پر آپ سے ذکی الطبع و دقیقہ رس محقق کے لئے صرف اشارات کافی سمجھتا ہوں۔ مگر جو دلایل تردیدی آپنے پیش کئے ہیں۔ اُنکا ذرا تفصیل سے جواب لکھوں گا۔"

میں نے اپنے جواب میں صرف دو باتیں ثابت کی تھیں۔

۱۔ معنی۔ الفاظ۔ ترتیب کلام کے تینوں اجزاء لاینفک ہیں۔

۲۔ جب اِن میں سے ایک جزو علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا۔

آپنے اِن دونو باتوں کو صاف لفظوں میں تسلیم کرلیا ہے مگر اصلی کلام میں (ملاحظہ ہو میگزین اکتوبر صفحہ ۷۶ پیراگراف ۲)
گویا کلام اصلی کے لئے یہ دونو باتیں مُسلمات فریقین ہیں۔ اسکو براہ عنایت آپ یاد رکھیں۔
کلام نقلی میں آپ تسلیم نہیں کرتے۔ اور بڑی حجت آپکی یہ ہے کہ اصل واقعہ جو مقولہ میں ہوتا ہے اُسکا مفہوم قایل اوّل سے ذاتی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وہ متکلم ثانی کا کلام نہیں ہوسکتا مگر یہ عقدہ آپ کے ادنیٰ تدبر کا محتاج ہے۔ میں کہتا ہوں کلام کے لئے یہ شرط ہی نہیں ہوسکتی کہ نفس مفہوم کا ہمیشہ ذاتی تعلق متکلم سے ہو۔
علم طبعیات میں حقایق اشیاء سے بحث ہوتی ہے اور منطق۔ صرف و نحو میں فقط الفاظ و اسماء سے۔ نہ کہ مسمیٰ سے۔ مثلاً فارسی میں کلمہ کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ مصدر۔ جس سے اور کلمے نکلیں۔	مثلاً	کردن۔ بُردن۔ خوردن۔
۲۔ مشتق۔ جو مصدر سے نکلا ہو۔	"	کُند۔ کُنندہ۔ کردہ۔ میکنم۔
۳۔ جامد جو کسی سے نکلا ہو نہ اُس سے کوئی نکلے۔	"	سیم۔ سنگ۔ ہوا۔ آب۔ دریا۔

اسی طرح طبعیات میں اجسام کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ جمادی اجسام	"	سونا۔ چاندی۔ پتھر۔ نمک۔ برف
۲۔ سیّال اجسام	"	پانی۔ دودھ۔ تیل۔ شراب۔ الکحل
۳۔ ہوائی اجسام	"	بھاپ۔ دُھواں وغیرہ۔

اب اگر کوئی ضرورت سے زیادہ طباع مشابہت لفظی کی بنا پر یہ خیال کربیٹھے کہ چاندی سونا اور پتھر طبعیات میں بھی جمادات میں بھی لئے ہیں۔ اسی واسطے اِن چیزوں کا نام صرف میں جامد رکھا گیا ہے۔ تو یہ اسکی جاہلانہ طباعی کا مغالطہ ہوگا۔ کیونکہ چاندی۔ سونا کان سے نکلتے ہیں۔ اور دریا سے بہت سی چیزیں نکلتی ہیں۔ یوں بھی صرفی تعریف کے الفاظ جو جامد کے لئے مقرر ہیں۔ یہاں صادق نہیں آتے۔ علاوہ ازیں طبعیات کی تینوں اقسام جسم صریحاً صرفی جامد کے تحت میں موجود ہیں۔ بلکہ اگر کوئی چوتھی قسم بھی ہوتی تو جامد کے علاقہ سے باہر نہ رہتی۔ کیونکہ علم صرف مسمیٰ کی کیفیت و کمیت کیطرف نظر اُٹھاکر بھی نہیں دیکھتا۔ وہاں فقط اسم سے بحث ہے چنانچہ اگر کوئی عمارت آپکے سامنے ہو تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ اسم ظرف کھڑا ہے۔ یا کسی چاقو کو نہیں بتا سکتے کہ اسم آلہ پڑا ہے۔ بلکہ لفظ عمارت اور لفظ چاقو بے شبہ اسم ظرف و اسم آلہ ہیں۔ اسی طرح اگر گھنٹہ بج رہا ہو تو یہ کہنا حماقت ہے کہ اسم صوت سُن رہے ہیں۔ ہاں اگر یوں کہیے کہ گھنٹہ ٹن ٹن بج رہا ہے تو اس فقرہ میں (ٹن ٹن) بیشک اسم صوت ہے۔
کلمہ ایک بامعنی لفظ کو کہتے ہیں مگر معنی سے مسمیٰ مراد لینا فاش غلطی ہے۔ عنقا۔ ہُما۔ دیو۔ پری۔ بھوت۔ چڑیل۔ جن ایسے

لفظ بھی ہیں جنکا مسمّیٰ آپ معدوم مانتے ہیں مگر معنی اِن کے بھی ضرور ہیں۔ غرضیکہ کلام کی شرط فقط یہی ہے کہ وہ کلمات مترتب کا مجموعہ ہو۔ اِس کے کچھ معنی ہوں۔ معنی کا تعلق متکلم سے ذاتی ہو یا اضافی۔ کلام کا مفہوم ممکن ہو یا محال اس سے کلام کی ملکیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ البتہ اِن باتوں سے کلام و متکلم کی نسبت اچھی بُری رائے قایم کر سکتے ہیں۔

۱- قبر میں بھی تو زمیں سر پہ اُٹھا رکھی ہے + چین مر کر بھی نہ تجھکو دلِ مضطر آیا

غور کیجئے! مرنے کے بعد گفتگو محال۔ دلِ مضطر کا قبر کو سر پر اُٹھانا ناممکن۔ نیچرل طور پر سارا مضمون لغو منطقی طور پر کُل مفہوم قابلِ مضحکہ تاہم ایک شعر ہے اور متکلم شاعر کا کلام ہے۔

۲- من آں مورم کہ در پایم بمالند + نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند"

اصل کتاب گلستاں میں دیکھئے۔ سعدی صاحب کا اس مضمون سے ذاتی تعلق کچھ بھی نہیں۔ ایک دوسرے کی خیال یا مقولے کو نظم کر دیا ہے۔ مگر چونکہ بندش۔ ترتیب والفاظ متکلم کے ہیں۔ سعدی کا کلام ہے۔

۳- خوشا وقتِ شوریدگانِ غمش + اگر ریش بینند وگر مرہمش"

دوسرا مصرعہ پورے کا پورا شوریدگان غم کی کیفیت ہے۔ سعدی کا اس کیفیت سے کچھ بھی تعلق نہیں مگر سعدی کا کلام ہونے میں شبہ نہیں"۔ دو چار کیا ہزاروں شعر دیکھتے چلے جائیے۔ جیسا تعلق ذات متکلم سے آپ شرط کلام بتاتی ہیں فیصدی پانچ اشعار میں بھی نظر نہ آئیگا۔ بات یہ ہے کہ کلام کی فلاسفی پر آپنے تعمق نظر سے غور نہیں کیا۔ اظہار واقعات کے متعدد طریق ہیں۔ چنانچہ قتل عمد کے کسی دردناک واقعہ کو چار طرح سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ ایکٹر اپنے اعضا کی حرکات و اشارات سے۔ مُصوّر تصویر بنا کر نقوش کے ذریعے۔ ناولسٹ اپنی حُسن تحریر سے اور سپیکر زور تقریر سے سین کھینچکر۔ اور چاروں قاتل نہیں ہوتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اونکا فعل نقل ہو یا نقاشی۔ تحریر ہو یا تقریر محض حکایت کا ذریعہ ہے۔ اصل جُرم کا اقدام یا ارتکاب نہیں۔ ہاں اگر ایکٹر قاتل بھی ہے تو اُسکا ایکٹ اقبال جرم کی حد تک پہنچنا ممکن ہے۔ اسی طرح مصور و ناولسٹ و سپیکر و شاعر کے لئے بھی قیاس کر لیجئے۔ گویا واقعات اپنے ہوں یا کسی دوسرے کے۔ چونکہ اظہار واقعات و حکایت واردات کا فعل اِن سے صادر ہوتا ہے۔ بہر صورت ایکٹ ایکٹر کا اور کلام متکلم کا ہی ہوگا۔ نفس واقعہ جن سے منسوب ہے۔ وہ متاثر ہوگا۔ متکلم کے لئے لازمی نہیں"۔ جن صورتوں میں قایل کسی مقولے سے کافر کہلایا جا سکتا ہے۔ وہ ضرور اُس کی واردات قلبی کی حکایت ہوتی ہے۔ ورنہ کلام کے اجزا میں سے کسی میں یہ تاثیر نہیں ہے کہ متکلم کو جزا کا حقدار یا سزا کا سزاوار ٹھہراوے۔ چنانچہ قانون فوجداری میں قتل عمد کے محض اقبال پر کوئی شخص پھانسی نہیں پا سکتا۔

(۱) زید کہتا ہے (خدا نہیں ہے) بکر (زید کہتا ہے خدا نہیں) زید کافر کیوں ہے اور بکر بری الذمہ کیوں؟ الخ

زید اس لئے ہرگز کافر نہیں ہے کہ اُس نے یہ الفاظ زبان سے کہے ہیں بلکہ کفر کی وجہ یہ ہے کہ جس واقعہ کو ان لفظوں نے ظاہر کیا ہے وہ اُسکی قلبی حالت ہے۔ کفر کا مجرم وہ درحقیقت اُسیوقت ہو چکا تھا۔ جبکہ اُس نے یہ رائے قایم کی تھی کہ خدا نہیں ہے۔ علیٰ ہذالقیاس اگر وہ دس سال تک اپنے اس خیال کو ظاہر نکرتا تو بھی کافر تھا۔ رہی یہ بات کہ ہم کیونکر اُس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں؟ اسکا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر کوئی مجرم اپنا جرم ثابت نہیں ہونے دیتا۔ کبھی اقبال جرم نہیں رکھتا۔ اور عدالت کے قابو میں نہیں آتا۔ کیا فی الواقع وہ مجرم نہیں ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں ہے؟ جُرم کا اقبال اور جُرم کا ارتکاب دو مختلف باتیں ہیں۔ بکر (زید کہتا ہے خدا نہیں ہے) بے شبہ یہ بکر کا کلام ہے۔ اگر زید کا کلام ہوتا تو بکر کو یہ لفظ (زید کہتا ہے) کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ان لفظوں کا اضافہ ہی صریح ثبوت اسکا ہے کہ گو مقولہ زید کا نقل کیا ہے مگر یہ کُل فقرہ زید کا کلام اب نہیں رہا۔ زید کبھی اسطرح نہیں بول سکتا کہ زید کہتا ہے خدا نہیں ہے ہاں بکر نے ایک واقعہ کی حکایت کی ہے جو زید سے منسوب ہے۔ اور کلام دونو صورتوں میں متکلم کا ہوتا ہے۔ خواہ واقعہ اپنی ذات سے منسوب ہے یا دوسرے سے متعلق ہو۔ (زید کہتا ہے خدا نہیں ہے) (زید خدا کا منکر ہے) (زید ملحد ہے) (زید دہریہ ہے) (زید ناستک ہے) سب فقروں کا مفہوم ایک ہے اور ہر فقرہ کا متکلم بکر ہے۔ اس لئے کہ بکر اپنی قلبی حالت کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے کہ پچھلے چاروں فقرے اصلی کلام ہیں اور پہلے نقلی کے مرادف ہیں۔ سب فقرہ بکر کا کلام ہے۔ اور اس نظر سے کہ پہلا بھی پانچوں میں سے ایک ہے۔ وہ بھی زید کا ہرگز نہیں بلکہ بکر کا ہی کلام ہے۔

(۲) یہ درست ہے کہ ترتیب کی تبدیلی سے کلام متغیر ہو جاتا ہے مگر اسکا اثر فصاحت الفاظ پر پڑتا ہے نہ مفہوم و خیال پر (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷ سطر ۱۳ میگزین بابت اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ع)

باقی چاروں فقرے کلام ہیں داخل ہیں اور مفہوم میں متغایر اور بیشک اس تبدیلی (ترتیب) سے مفہوم میں تغایر واقع ہوا ہے (صفحہ ۲۷ سطر ۸ میگزین اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ع)

ان دو فقروں کی نسبت میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ آپکی حق پسندی کی پیشگاہ میں صرف نظر ثانی کی درخواست کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۳) یہ جو آپنے لکھا ہے کہ فقط معنی کوئی شے نہیں اگر یہ بات درست ہے کہ معنی کوئی شے نہیں فقط الفاظ و ترتیب کافی ہے" الخ

یہی بے احتیاطیاں تو مخاطب کے لئے دلشکن ہوتی ہیں بندہ نواز! میں کہتا ہوں فقط معنی کوئی شے نہیں۔ آپ سمجھتے ہیں معنی کوئی شے نہیں ان دونوں میں تو زمین آسمان کا فرق ہے "فقط معنی کوئی شے نہیں" کا مطلب صریح یہ ہے کہ معنی کے

ساتھ ترتیب و الفاظ بھی ضروری ہیں - اور "معنی کوئی شے نہیں" سے یہ مراد ہوگی کہ صرف الفاظ و ترتیب کلام کا مفہوم پورا کر سکتے ہیں - بھلا یہ قول اُس شخص کا کیونکہ ہو سکتا ہے جو الفاظ - ترتیب - معنی کو کلام کے اجزار لاینفک قرار دیتا ہو ؟ -

(۴) الفاظ و ترتیب کی تبدیلی سے متصرف کا کلام نہیں ہو جاتا - قاتل کہتا ہے (زید کو میں نے قتل کیا ہے) دوسرا اس مفہوم کو بہ تغیر الفاظ یوں ادا کرتا ہے (فلاں کہتا ہے میں نے زید کو جان سے مار ڈالا ہے) قاتل سزائے قتل کا مستوجب کیوں نہیں ہے الخ "

اگرچہ پنڈت جی کے لئے یہ لزوم صحیح بھی فرض کر لیا جاوے کہ متکلم سزائے قتل کا مستوجب ہو تب ہی اُسکا کلام ہو ورنہ نہیں تو استدلال اس طرح ہونا چاہیئے درست ہوتا کہ آپ صرف ترتیب و الفاظ میں تبدیلی کرتے اور (فلاں کہتا ہے) یہ لفظ نہ بڑھاتے - چنانچہ (میں نے زید کو قتل کیا ہے) اور (میں نے زید کو جان سے مار ڈالا ہے) دونو جملوں کا بالکل ایک اثر ہے اور کچھ شک نہیں اگر کسی عدالت میں فقط لفظی اقبال ثبوت جرم کی شرط ہو تو ان دونو جملوں کے متکلم مرتکب قتل قرار پائینگے - اور آپکے لزوم و استدلال کے موافق بھی ہر فقرہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک کا کلام ثابت ہوگا - یہ تو ظلم ہے کہ تبدیل الفاظ پر دلیل قایم کیجائے اور ساتھ ہی کچھ لفظ بھی بڑھا دئے جائیں - مگر نتیجہ کیوقت اس بیشی الفاظ کا مطلق لحاظ نہ کیا جاوے

(جواب مد نمبر ا بھر ملاحظہ ہو جسمیں کلام نقلی و اصلی کی تفصیل ہے)

(۵) آخر فقرہ کے مہمل ہونے کیوجہ یہ نہیں کہ باوجود بامعنی الفاظ ہونیکے صرف تبدیل ترتیب سے مہمل ہو گیا ہے - بلکہ محاورہ اہل زباں کے خلاف ہے اس لئے مہمل ہے اور زمرہ کلام میں داخل نہیں الخ

وہ فقرہ زمرہ کلام میں داخل نہیں - یہ درست ! امر زیر بحث سے خارج ہے - یہ بھی سہی ! اگر محاورہ اہل زباں کے خلاف کلام کو مہمل نہیں کہئے - یہ آپ کیا فرمانے لگے ؟ کوئی ایرانی اردو کا - کوئی انگریز فارسی کا - کوئی ہندوستانی انگریزی کا - کوئی امریکن عربی کا - کوئی جرمن سنسکرت کا - اہل زباں ہونا ممکن ہی نہیں ہے - ہاں تمام ہندوستانی گریجوایٹ انگریزی کے زباندان ضرور ہیں - اور بہت سے ہندو مسلمان عربی فارسی سنسکرت کے زباندان موجود ہیں نیز یہ اہل علم کے مسلمات سے ہے کہ سالہا سال کی محنت کے بعد بھی کوئی زباندان اہل زبان کا سا محاورہ نہیں بول سکتا - تاہم اُن کے کلام کو مہمل کوئی نہیں کہہ سکتا - اگر آپکا کلیہ صحیح ہو تو لازم آئیگا کہ تمام انگریزی سپیچیں مہمل ہوتی ہیں - اور مہمل پسند اہل مجلس ناحق ہی چیرز میں پھٹکار اکرتے ہیں - کیونکہ کوئی بنگالی تو (انگریزی کے سوا) انگریزی کا اہل زبان ہو نہیں سکتا - اور زباندان و اہل زبان کا فرق کسی طرح مٹ نہیں سکتا -

	ا۔ زباندان	ب۔ اہل زبان
۱۔ مجھے بھی نہیں چاہئے ہے	من ہم نمی خواہم	من ہم بکار ندارم
۲۔ کہاں سے مل گیا	از کجا بہم رسید	از کجا بگیر آمد ؟
۳۔ بندر کیسی صورتیں بناتا ہے	بوزنہ چہ صورتہا می سازد	شادی چہ شکلہا بیرون می آرد
۴۔ جو پسند کیجئے وہ بھیجدوں	ہر چہ پسند کنید ارسال نمایم	ہرچہ پسند افتد ارسال دارم

فقرہ ہائے الف عموماً فارسی داں بولتے ہیں۔ مگر ایرانی اہل زبان بے تکلف انکا مطلب سمجھتے اور جواب دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ مہمل نہیں ہیں۔ فقرہ ہائے (ب) اُن جملوں میں سے ہیں جو سوائے اہل زبان کے کسی ہندوستانی کی زبان پر کبھی نہیں آتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زباندان و اہل زبان کے روزمرّہ میں عموماً ضرور فرق ہوتا ہے۔" مگر اس تفاوت کا مہمل سے مطلق علاقہ نہیں ہے "

میرا مطلب صرف یہ تھا کہ مہمل دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ گیڑ گم۔ تُوچی۔ چنڈا۔ غیلو۔ شُٹّے۔ لوشش "

۲۔ خوبصورت۔ کے۔ ہوتے ہیں۔ روٹی۔ بہت۔ درخت "

پہلا ہر جزو مہمل ہونیکے سبب مہمل ہے۔ کسی ترتیب سے لفظوں کو رکھئے کبھی کچھ معنی پیدا نہیں ہو سکتے۔ مگر دوسری صورت فقط ترتیب کے باعث سے مہمل ہے۔ ورنہ ہر جزو ایک کلمہ ہے۔ اسی واسطے ترتیب بدلنے سے متعدد بامعنی فقرے بن سکتے ہیں۔

(۶) یہ بات درست ہے کہ باوجود ترتیب و معنی کے صرف تبدیلی الفاظ سے بھی اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا۔ مگر اسکا اثر صرف فصاحت و عدم فصاحت پر ہے نہ اصل خیال پر الخ۔ فصاحت کا تعلّق ترتیب و الفاظ دونوں سے ہے۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ صرف تبدیلی الفاظ سے اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا تو (فصاحت) ترتیب و الفاظ دونو کی تبدیلی پر کیونکر اصل مصنف کا کلام رہ سکتا ہے؟ آپ کی مُسلّمہ صورت میں بھی تو معنی یا خیال بدستور قایم تھا"

(۷) یہ سوال وارد ہی نہیں ہو سکتا کہ ترجمہ گلستاں کسکا کلام؟ الخ

وارد نہ ہونے کی کیا وجہ؟ ترجمہ ہو یا تفسیر۔ جو کچھ زبان و قلم سے ادا ہوگا بشرطیکہ بامعنی ہو وہ کلام میں داخل ہے۔ اور ضرور کوئی نہ کوئی اسکا مالک ہونا چاہئے۔ کیا ترجمہ وقف کی تعریف میں آجاتا ہے؟ وقف جائداد کا بھی قابض اور متولی ہوتا ہے۔

(۸) گلستاں اگر فارسی الفاظ و بندش کے لحاظ سے سعدی کا کلام ہے تو لازم آئیگا کہ جو عربی مولوی قرآن کے مفہوم کو

اپنی ترتیب و الفاظ میں ادا کر رہا ہو۔ وہ اُسی کا کلام سمجھا جاوے الخ

بے شک گلستاں فقط ترتیب و الفاظ کے لحاظ سے سعدی کا کلام ہے۔ ورنہ معنی کے اعتبار سے سراسر دوسروں کے واقعات و حالات ہیں۔ اور ہزاروں منقولات کا مجموعہ ہے۔ عربی مولوی کیا اگر خود حضرت پیغمبر صلعم بھی قرآن کے مفہوم کو اپنی ترتیب و الفاظ میں بیان فرما دینگے تو اُسکو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ کلام کے اجزا ء لاینفک کا لفظ غلط ہو جائیگا۔

(۹) جو کلام سپیکر یا واعظ یا اُپدیشک بیان کرتے ہیں وہ اسی کا کلام ہوتا ہے۔ جسکا وہ خیال ہوتا ہے۔ الخ۔

تو آپ فرمائیں کہ ستیارتھ پرکاش سوامی جی مہاراج کی تصنیف کیوں سمجھی جاتی ہے؟ کیا اس میں تمام خیالات فقط بزرگ مہرشی کے ہیں؟ نیز اگر کوئی پنڈت وید کے نکات علمی انگریزی میں بیان کر رہا ہو اور سامعین میں سے ایک شخص حرف بحرف لکھتا جاتا ہو تو آپ اس تحریر کو وید مقدس کا درجہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیوں؟

(۱۰) کلام کا قوی و قریب رشتہ الفاظ و ترتیب سے ہے معنی سے نہیں یہ عبارت آپ کے پہلے خیال کی منافی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ الفاظ کو ہی کلام خیال فرماتے ہیں الخ

منافی کی خوب کہی!! میں نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ اُسکا مطلب زیادہ سے زیادہ فقط یہ ہو سکتا ہے کہ کلام کا ضعیف و بعید رشتہ معنی سے ہے۔ نہ یہ کہ کلام میں معنی کی ضرورت نہیں۔ فقط ترتیب و الفاظ کا نام کلام ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا کلام دکھا سکتا ہے جس میں ترتیب و الفاظ بغیر معنی کے۔ یا الفاظ معنی بغیر ترتیب کے۔ یا معنی و ترتیب بغیر الفاظ کے ہوں ہرگز نہیں ؎ ایں محال است و محال است و محال"

(۱۱) جب ہمکو مالک[۲] کے معنی[۱] کا علم نہ ہو اور کوئی شخص بغیر نقل کے کسی مضمون کو اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہے تو یہ کلام معناً و لفظاً اُسی قایل کا سمجھا جائیگا۔ الخ

(۱۲) توارد کی حالت میں ہر دو کے کلام کو اُن کے الفاظ و ترتیب و معانی کی رُو سے اصلی کلام کہینگے نہ نقلی نہ سرقہ الخ۔

نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ کی دو نو صورتیں مجھے تسلیم ہیں اور اب آئندہ ان پر بحث نہ ہونی چاہیے۔ گویا کلام اصلی کی بابت مسلّمات فریقین یہ ہیں"

۱۔ معنی۔ الفاظ۔ ترتیب کلام کے تین اجزاء لاینفک ہیں۔

۲۔ کوئی جز علیحدہ ہو جانے پر اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا۔

۳۔ معنی کے مالک کا ہمکو علم نہ ہو تو کلام معناً و لفظاً متکلم کا ہوگا۔

۴۔ توارد کی حالت میں مکلیتہً ہر متکلم اپنے کلام کا مالک ہوگا۔

اب میں چند سوالات توجہ طلب ذیل میں لکھتا ہوں۔ اُمید ہے آپ جواب لکھتے وقت اُنکو پیش نظر رکھینگے تاکہ اس

مرحلہ سے فریقین آگے بڑھ سکیں۔

۱۔ معنی و مسمّٰی کا فرق؟ کلام و متکلّم کا تعلق؟

۲۔ خیال و کلام مرادف ہے یا مختلف المعنی؟

۳۔ کلام ہر حالت میں ایک شخص کا ہوگا یا چند کا؟

۴۔ کلام نقلی بھی اصلی کی پوزیشن میں آسکتا ہے یا نہیں؟

۵۔ معنًا یا لفظًا کلام میں متصرف کمی بیشی کردے تو اُسکا اثر تبدیلی کیطرح ہوگا یا نہیں؟

اگر آپ بھی پسند کریں اور معزز ایڈیٹر صاحب چند منٹ وقت دے سکیں تو بحث ہذا کو مفید و دلچسپ بنانے کیلئے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ فریقین کے دلایل ملاحظہ سے گذرنے کے بعد مکرمی فاضل ایڈیٹر صاحب اُن پر مختصر آتا لثان ریمارکس فرمادیا کریں۔ کیونکہ میرے نزدیک آپ کے پیش کردہ دلایل سے فقط معنی کا کلام ثابت ہونا ممکن نہیں خواہ اور دلایل سے محال نہ ہو۔ رہی یہ بات کہ ثالث یا حکم کے لئے ضرور ہے کہ کسی فریق میں نہو۔ جب بحث کی غرض محض استفادہ ہے۔ کوئی مناظرہ نہیں ہے تو ہمکو اس باقاعدگی کی ضرورت نہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ معزز ایڈیٹر صاحب آپ کے ہم خیال ہوں۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی کانشنس کے خلاف ججمینٹ کریں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میرے مشرب میں ایسے قابل فاضل دہرماتما اصحاب کی نسبت تائیدبیجا کی بدگمانی کرنا نہایت شرمناک بدتہذیبی و کوتہ نظری کی بات ہے۔

مضمون ختم کرنے سے پہلے التجا کرتا ہوں کہ اگر میرا کوئی لفظ خلاف طبع گذرے تو براہ عنایت محبّانہ چشم و ابرو سے تپاکر بجے محجوب و منفعل فرمایا جاوے۔ عمدًا دل آزاری کا داغ میرے مضموں پر نہ لگایا جاوے۔ والتسلیم مع التکریم۔

نیاز کیش

سیّد الطاف حسین کاظم

سابق اتالیق ولیعہد بہادر ریاست لوہارو۔

جواب منجانب متلاشی

مولانا مکرم عافاہ اللہ وسلم۔ التسلیم مع التکریم۔ بہت خوشی کا مقام ہے کہ اس وقت تک آپکی طرز تحریر

وبحث محققانہ سے دل کو نہایت فرحت و راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس کے واسطے میں آپکی عواطف و مکارم کا
تہ دل سے مشکور ہوں۔ اسدفعہ جو آپکی تحریر کو غور سے دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ تا حال ہماری بحث نزاع لفظی کا رنگ
لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ لفظ کلام سے جو میرا مفہوم ہے وہ اور ہے اور آپ جو لفظ کلام کا مورد و مصداق بتاتے
ہیں وہ دیگر ہے۔ میں نے لفظ کلام سے وہ مفہوم لیا ہوا ہے جسکو آپنے اپنے الفاظ میں لفظ خیال و مسمّٰی سے
تعبیر کیا ہوا ہے۔ اگر مجھے پہلے ہی آپکی سابق تحریر سے یہ نکتہ ہاتھ آجاتا تو شاید بحث میں اتنا طول نہ ہوتا۔ آپنے
جہاں میرے ان اعتراضات کے جواب میں (کہ اگر کوئی مولوی قرآن کو اپنے الفاظ میں ادا کرے تو لوگ اسکے
وعظ کو یہ کہتے ہیں کہ ہمنے اللہ کا کلام سُنا ہے وغیرہ وغیرہ) یہ لکھا ہے کہ اس قسم کی کلام اُسی شخص کی کلام ہے
نہ کہ خدا کی! اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپنے اس موقع پر لفظ کلام و خیال کو مترادف خیال نہیں کیا اور میں نے
جہاں کلام پر اعتراض کیا ہے۔ وہاں کلام و خیال کو مترادف ٹھیرایا ہے۔ کیونکہ ہماری بحث مطلق کلام کے متعلق
نہیں بلکہ کلام الٰہی کے متعلق ہے اور خدا کیواسطے اس قسم کے اجزاء جنکو آپ اجزاء کلام مقرر کرتے ہیں موجود ہونا
محال ہے۔ کیونکہ خدا کوئی مادی چیز نہیں اور نہ مادی آلہ نطق نہیں رکھتا۔ اور الفاظ جو ہوا سے پیدا ہوتے ہیں اور
اُنکی ترتیب کا سوائے مادی آلہ نطق (زبان) کے معلوم۔ آپکی تعریف کلام کے بموجب قرآن کلام تو ہو جائیگا۔
اور ماننا پڑیگا کہ یہ کسی کا کلام ہے۔ اور آپکی تعریف کے مطابق وہ اجزاء کلام جس سے متعلق ہو سکتے ہوں تیسے ایسی
جنس کی کلام متصور ہونا ممکن ہوگا یعنی یہ تو ہو سکیگا کہ یہ کسی انسان کی کلام ہے قطع نظر اس سے کہ صحیح ہی یا غلط
واقع کے مطابق ہے یا غیر مطابق۔ لیکن یہ بحث امر متنازع فیہ سے خارج ہو جائیگی۔ کیونکہ میرا اعتراض یہ ہے
کہ قرآن کلام الٰہی نہیں بلکہ کلام انسانی ہے مثل شیخ سعدی کی گلستاں وغیرہ کتابوں اور دیگر مضمون کے کلاموں کیطرح ایک کلام
ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس میں کسکو کلام ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد + اگر خدائی کلام کے متعلق بھی کلام کا
مفہوم وہی ہوتا جو آپ مقرر کرتے ہیں اور جسکو میں انسانی کلام میں تسلیم کرتا ہوں تو پھر مجھے اعتراض کرنیکی
ضرورت ہی کیا تھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ کلام الٰہی کے متعلق اس قسم کا مفہوم متعین کرنا محالات سے ہے۔ اسواسطے
کلام الٰہی کی نسبت اگر کوئی لفظ کلام کا مفہوم متعیّن ہو سکتا ہے تو وہ ہو سکتا ہے جسکو آپ لفظ خیال یا مسمّٰی سے
تعبیر کرتے ہیں اور میرا بھی یہ اعتراض ہے کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہے اور کلام سے مراد خدا کے اعتبار سے خیالی
و معقولہ و مسمّٰی ہی ہو سکتی ہے۔ تو یہ کتاب تمام خدائی مقولات کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں غیروں کے مقولات
بھی ہیں۔ اور غیروں کے مقولے وہ نقل کیا کرتا ہے جو منقول عنہ سے باعتبار زمانہ کے متاخر ہو جن سے
معلوم ہوتا کہ یہ خیالات کسی انسان کے ہیں اور کسی انسان کی زبان سے نکلے ہیں خواہ اس کے الفاظ کی ترتیب

ناقل کی جماعتہ ترتیب ہوا اُس نے غیروں کے مقولات کو اُن کے ہی الفاظ میں بیان کردیا ہو اور اس مجموعہ کو خدا کیطرف منسوب کردیا ہو۔ اگر خدا کے کلام میں بھی الفاظ ہوتے ہیں جنکا تعلق مادّی زبان سے ہوتا ہے تو ضرور خدا کے کلام کو انسانی کلام پر قیاس کرسکتے ہیں اور جسطرح انسانی کلام کیواسطے آپ اجزار لاینفک تجویز کرسکتے ہیں خدا کیواسطے بھی ہوسکتے ہیں مگر میرے خیال میں تو خدا کیواسطے اس قسم کے کلام تجویز کرنا محال۔ جب ایسے کلام ہی محال ہوئے تو الفاظ وغیرہ اجزار کا تجویز کرنا معلوم۔ اگر آپ کسی خیال سے خدا کے حق میں یہ بات ثابت کردینگے کہ وہاں بھی الفاظ حادثہ و ترتیب لاحقہ کا دخل ہوسکتا ہے۔ تو پھر ہماری بحث نزاع معنوی کا لباس پہن سکتی ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو اسوقت تک ہماری بحث لفظی بحث رہی جس سے تضیع اوقات کے سوا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ علاوہ اس کے جو شخص خدا کو متکلّم مانتا ہے اور اُسکو قدیم جانتا ہے وہ اُس کے کلام کو بھی قدیم مانتا ہے اور وہ کلام جسکے اجزار آپ الفاظ وغیرہ تجویز کرتے ہیں حادث ہیں۔ پس اس سے نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ جس چیز کو لوگ عرف میں کلام الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں وہ کوئی ایسا مفہوم ہے جو اُسکی شان کے لائق ہے نہ کہ الفاظ وغیرہ اجزار کلام انسانی۔ یعنی خدا کے متعلق اگر لفظ کلام کا کوئی مفہوم متعیّن ہوسکتا ہے۔ تو میرے خیال میں یہی آسکتا ہے۔ جسکو عرف میں لفظ علم و گیان و خیال درائے و مسمّی و مصداق وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جن کے ذریعے سے یہ ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ انسان کیحالت میں الفاظ ہیں جو حادث ہیں اور جو کلام اُن سے مترتب ہوگی وہ بھی حادث ہوگی اسیواسطے خدا کے کلام میں ایسے اجزار تجویز کرنے سے وہ ایسے کلام کا مالک نہیں ہوسکتا جو حادث ہو۔ بہرحال اگر آپ مطلق کلام کی تعریف میں الفاظ و ترتیب و معنی ملحوظ رکھیں اور اسی اعتبار سے ہر ایک انسان کی کلام دوسرے سے ممتاز ہوسکے خواہ وہ غیروں کے اقوال و خیالات کا مجموعہ ہی ہو۔ تو اس میں شک نہیں کہ قرآن کا مطلق کلام ہونا تو ثابت ہوجائیگا۔ مگر اس سے امر متنازعہ فیہ کو کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن بھی مثل گلستان سعدی کے کسی انسان کا کلام ہے۔ کیونکہ اس پر تعریف کلام صادق آتی ہے تو اس میں کس کو کلام ہے۔ اور اس کے قبول کرنے میں کس کو وہم و گمان ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد + مگر ہماری کلام تو مقید کلام میں ہے۔ یعنی کلام الٰہی۔ اگر خدا اور انسان کے اوصاف کلام کے متعلق متحد ہوتے تو ضرور مطلق کلام کے اجزار الفاظ و معنی و ترتیب تجویز کرنے سے مدعا حاصل ہوجاتا اور بحث بحث معنوی کی شکل میں آکر صداقت کی کرسی پر جلوہ گر ہوتی۔

اس لئے بحث کو بحث معنوی کی شکل میں لانے کیلئے ضرور ہے۔ کہ دعوے کا مفہوم صاف کیا جاوے تاکہ سائل مدعی کے اصل مطلب کو پاکر جرح و قدح کرسکے۔ میں نے لکھا تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہوسکتا۔ یہ میرا دعوے تھا۔

ثبوت میں لفظ قرآن و لفظ الہی کو چھوڑ کر صرف لفظ کلام کی شقوق لکھی گئی تھیں) اب میں دعوے کے تمام الفاظ کا
مفہوم جو میں نے لیا ہے تحریر کر کے اور اسکو قابل اعتراض بنا کر آپکی توجہ مبذول کرتا ہوں تاکہ آپ جیسے فاضل
میرے خیالات کی تنقید کر سکیں۔ لفظ قرآن سے اگر وہ چیز مراد لیجاوے جو بین الدفتین ہے۔ تو اس کے تمام
اجزا رحادث ہیں وہ صفات الہی ہونے کے قابل نہیں۔ اسی واسطے قرآن سے مراد وہ خیالات ہو سکتے ہیں جنکا تعلق
لطیفہ ربانی و امر مجرد سے ہو سکتا ہے۔ کلام سے مراد وہ الفاظ اور اُن کے معانی لازمہ مراد نہیں ہیں کیونکہ
یہ صفات حادثہ ہیں۔ جو شے حادث کیواسطے موزوں ہیں نہ قدیم کے لئے۔ اسی واسطے لفظ کلام سے بھی مراد مسمّی
دخیال و علم و گیان ہے۔ جسکا تعلق امر مجرد سے ہو سکتا ہے۔ آلہ سے مراد میں ایک ایسی ذات سے لیتا ہوں
جو قدیم بالذات واجب الوجود مادہ سے منزہ ہے۔ امید کہ اس تعریف میں آپ بھی اتفاق کرتے ہوں گے
پس اب خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ وہ تمام خیالات و مقولات (جن پر ایک کتاب بین الدفتین کے الفاظ دلالت
کرتے ہیں جسکو اصطلاح میں قرآن کہا جاتا ہے) مقولات خدائی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں غیروں کے مقولات
بھی درج ہیں۔ اور غیروں کے مقولات وہ درج کرتا ہے جو قائل اول کی بہ نسبت زمانہ میں متاخر ہو۔ اور
خدا کا زمانہ میں کسی سے متاخر ہونا محال۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس قسم کا طریقہ انسان اختیار کرتا ہے
نہ خدا۔ خدا اگر کسی کے ساتھ کلام کر سکتا ہے۔ تو اُسکی کلام انسان کی کلام کے ساتھ مشابہ نہ ہوگی جس میں الفاظ
حادثہ و تراکیب لاحقہ کا بھی دخل ہے۔ اگر کسی درجہ میں مکالمہ الہی ممکن ہے تو شاید اُس کے یہ معنی ہو سکیں کہ
اس انسان کامل پر کوئی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جس سے اُس کے دل میں کوئی تازہ اثر پیدا ہوتا ہے
جسکو وہ اپنے الفاظ میں دوسروں کے سامنے ادا کرتا ہے۔ اور اُسکا نام کلام الہی رکھتا ہے۔ لیکن اگر وہ
کلام ایسے وقت ہوگا کہ اس سے پہلے بہت زمانہ گزر گیا ہوگا۔ اور وہ خیالات ایسے ہوں گے کہ جن سے لوگوں کے
کان آشنا ہوں گے۔ یا وہ خیالات ایسی کسی پیشتر کتاب میں درج ہوں گے تو ایسے وقت میں معترض کے
واسطے قرینہ قوی ہو سکتا ہے۔ کہ ضرور یہ خیالات بھی خدائی خیالات نہیں ہیں۔ صرف اپنے مطلب براری کے
واسطے خدا کیطرف منسوب کر رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسے وقت میں جبکہ اس سے پہلے کوئی کتاب
جہان میں نہ ہو اور ابھی دنیا کا آغاز ہو یہ کہے کہ مجھے مکالمہ الہی کا شرف حاصل ہے اور میں جو تم سے کہتا ہوں
یہ کلام الہی ہے۔ اور کلام سے اسکی مراد وہ تاثرات قلبی ہوں جو انسان کو کسی درجہ ترقی روحانی میں حاصل
ہو سکتے ہوں۔ نہ کہ اس کے الفاظ مخصوصہ تو ایسے وقت سننے والے اس کے خیالات کو (جو اُنکی اپنی عقل سے
حاصل نہ ہو سکتے تھے) مان سکتے ہیں کہ ممکن ہے۔ کہ یہ خیالات کسی اعلیٰ طاقت کے ہوں۔ اور ایسی حالت میں کوئی

قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ شبہ پیدا ہو سکے کہ یہ خیالات بھی اگلے لوگوں کے ہیں۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ جو
شخص قرآن کو کلام الہی تصور کرتا ہے۔ وہ کلام سے مراد الفاظ حادثہ وترتیب لاحقہ اور الفاظ و معنی کا تعلق
حادثہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کلام کو جب خدا کی صفت قرار دیا جا[illegible] تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ
کلام کوئی [illegible] صفت ہے جو قدیم ہے جس میں حدوث کا شائبہ نہیں اور وہ کلام جو الفاظ حادثہ وغیرہ کی اجتماع
سے انسانی اصطلاح میں و عرف عام میں کلام کہلاتی ہے۔ ایسی کلام کا تعلق خدا کی ذات سے نہیں ہو سکتا۔
کیونکہ یہ کلام حادثہ ہے۔ اور ذات قدیم کی صفت امر حادث نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ کلام سے مراد
جو قابل اعتراض ہے۔ وہ مقولہ مصداق وخیالی ہے۔ اور وہی اعتراض ہے۔ کہ جمیع قرآن خدا کا مقولہ نہیں
ہے۔ جس سے شبہ پڑتا ہے۔ کہ صرف کسی انسان نے کسی مصلحت وقتی کیواسطے زمانہ کی ضروریات کے موافق اسکو
کلام الہی سے تعبیر کر دیا ہو۔ اور اس بات کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ عقلمندوں کو ایسی ضرورت پڑا کرتی ہوگی۔
اس تقریر سے آپ کے چند سوالات کا جواب بھی نکل آتا ہے۔ یعنی میرے نزدیک اس اعتراض میں لفظ خیال
و کلام مترادف ہیں۔ معنی و مسمی کو میں نے اس اعتراض میں ہم معنی خیال کیا ہے۔ باقی سوالوں کا جواب اس
حالت میں دیا جا سکتا جبکہ ہماری بحث بحث معنوی کے رنگ میں ہوتی۔ میں نے زوائد کو نظر انداز کر کے اور
حشو و تطویل سے کنارہ کر کے محض افہام مقصود کے لئے چند سطور نقل کر دی ہیں۔ اگر آپ استناناً اس
مفہوم پر توجہ کر کے فائدہ رسانی کی غرض سے اپنی قیمتی رائے سے ممنون و مشکور کریں گے تو بندہ اس سے
استفادہ کر کے آپکا مرہون منت و ممنون احسان رہیگا۔ امید کہ آپ میری اس ٹوٹی پھوٹی عبارت سے
میرے مافی الضمیر کو اخذ کر کے اور الفاظ پر نظر نہ کر کے اپنی رائے زریں و فکر متین سے اپنا گرویدہ بنائینگے فقط

(آپکا تہ دل سے مشکور متلاشی)

ہمیں اپنے عنایت فرما مسٹر کاظم صاحب کے حکم کی تعمیل سے تو انکار نہیں
لیکن دوران بحث میں ہم کسی قسم کی رائے زنی کرنا غیر مناسب
سمجھتے ہیں مسٹر ممدوح کا اون کے اس حسن ظن کے لئے جبکہ اونھوں
نے ہمارے حق میں اپنی خلوص نیت سے اظہار فرمایا ہے تہ دل
سے شکریہ ادا کرتے ہوئے بادب ملتمس ہیں کہ آپ اس معذوری
کے لئے ہمیں معاف فرماویں خاتمہ بحث پر ہم اپنی رائے کا اظہار
(بشرط ضرورت) کرنیکو حاضر ہیں

(خاکسار ایڈیٹر)

مُباحثہ دربارہ الہام

(سلسلہ کیلئے دیکھو میگزین ہذا بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۳ء)

یہ ثابت ہوگیا کہ میرا دعویٰ دراصل دعوئے الہام ہے جب ہی تو آپ تیاری کرتے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو آپ کو دلیل دیتے ہوئے کیا دقّت محسوس ہوئی جو آپنے منتر نمبر ۴ کے پیش کردہ بیان کی تردید نہ کی۔ صاحبان! اس کے برخلاف جو کتاب ہوسکتی ہے اُسکی بھی صورت سوچ لیجئے۔ منتر کہتا ہے کہ وید سچّائی کو ظاہر کرنیوالے ہیں اس کے خلاف مولوی صاحب الہام اُسکو مانتے ہونگے جو جھوٹ کو ظاہر کرنیوالا ہو۔ پھر منتر بتلاتا ہے کہ وید جملہ انسانوں کو نیک اوصاف حاصل کرانیوالے ہیں۔ کیا اس کے برخلاف مولوی صاحب اُسکو الہامی کتاب مانینگے جو جملہ انسانوں کو بد اوصاف حاصل کرانیوالی ہو۔ گو مولوی صاحب نے دلیل نہیں دی لیکن اگر دیتے تو بجز اسکے کیا ثابت کرسکتے پس ایسے الہام کو جو جھوٹ کو ظاہر کرنے والا اور بد اخلاقی کا معلم ہو ہمارا سو کوس سے سلام ہے:

اب جو آپنے ہمارے دعوے کے مقابل قرآن شریف سے بہت خوشی کے ساتھ دعویٰ نکالا ہے ہم اُسکی پڑتال کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل تمہارے پاس آچکی ہے اور ہمنے تمہاری طرف روشن نور قرآن اوتارا ہے بیشک یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے" بس یہ لکھکر آپنے فقرہ ہی ختم کرڈالا۔ کچھ تو تشریح کی ہوتی لیکن کرتا کون؟ اس پر ہمارے چند اعتراضات ہیں:-

(الف) دلیل جیساکہ کل منطق دان مانتے ہیں انسانی خاصہ ہے اور دلیل راست علم کے جاننے کا ذریعہ ہے۔ اور دلیل رکھنے والا علم خارجی طور پر حاصل کرتا ہے۔ کیا خدا مثل ہم محدود طاقت رکھنے والوں کے دلیل رکھنے والا ہے اگر ہے تو قوائے عقل (بدھی) بھی رکھتا ہوگا۔ اگر رکھتا ہوگا تو وہ کس سے علم حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ جو دلیل از ذریعہ علم حاصل کرنیکا رکھتا ہے وہ اپنے اندر علم نہیں رکھتا۔ پس اگر دلیل رب کی ہے تو رب متلاشی علم ٹھہرا۔

(ب) اور یہ دلیل رب کی سب لوگوں کے پاس آئی ہے یا صرف عربیوں کے پاس۔

(ج) اگر رب نے دلیل اپنی بانٹ دی ہے تو کیا اُسکی دلیل اپنے پاس کل ہے یا جزو۔

(د) اُس نے روشن نور قرآن اُتارا ہے۔ کہاں سے اُتارا ہے۔ اور تمہاری طرف سے مراد اگر سب لوگوں سے ہے تو خدا کا اس سے بیشتر یہ کہنا کہ اے محمد صاحب الہام کیا میں نے تیری طرف غلط ہوگیا۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ وید چار رشیوں کے گیان میں پرکاش ہوئے تو ہم یہ نہیں کہتے کہ سب لوگوں پر ظاہر ہوئے۔ اس آیت میں صاحب کا

یہ کہنا کہ "اے لوگو تمہاری طرف قرآن اُتارا ہے" بلاشبہ اس آیت کی تردید کر رہا ہے کہ قرآن حضرت صاحب پر اُتارا گیا تھا۔ اب مولوی صاحب بتلائیں کہ کونسی رب کی بات سچی ہے۔

(ک) ابھی مولوی صاحب کہتے تھے کہ قرآن میں استعاروں سے کام نہیں لیا گیا ہے کہ تو نمیہ خدا کو اس خیال سے باپ نہیں کہا گیا کہ کہیں لوگ اُلٹا نہ سمجھ لیں۔ اب مولوی صاحب بتلائے کہ قرآن کو نور روشن کہا گیا ہے کیا یہ روشنی ہے شعلہ ہے یا یہاں پر استعارہ ہے۔ اگر استعارہ ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن جب اس قسم کا استعارہ آپ وید میں دیکھتے ہیں تو کیوں خواہ مخواہ اعتراض کرنے لگجاتے ہیں۔

(ل) یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ اسکا مطلب کیا ہے۔ کیا اس میں پختہ سٹرک کا ذکر ہے۔ اگر یہاں استعارہ ہے تو پھر مولوی صاحب آپ کے خدانے وید منتروں کی نقل پر استعارہ سے کیوں کام لیا اور آپکی اُس تقریر کی کہ کہیں لوگ خدا کو باپ سمجھکر شرک میں نہ پڑجائیں قرآن میں باپ کا لفظ ہی نہیں آیا۔ لیکن یہاں بڑی مضبوط راہ کیوں لکھدی۔

(م) بڑی مضبوط ہر ایک چیز ہوسکتی ہے بھلی یا بُری۔ راہ سیدھا اور ٹیڑھا دونوں ہوسکتے ہیں۔ پس کیوں نہ کہا کہ بڑے مضبوط نیک راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ یہ مُبہم عبارت کیا کافی ہے؟

آپنے منتر ۵ کے متعلق کچھ لکھا ہی نہیں۔ اگر اس میں سے بھی دعویٰ الہام نہیں نکل سکتا تھا تو حسب معمول لکھدیتے اور اگر دعویٰ الہام نکلتا تھا تو مہربانی فرماکر کہدیتے کہ صرف اسی منتر سے دعویٰ الہام نکلتا ہے اور اُس حالت میں بندہ آپکی ہدایت کو یاد کراتا کہ خواہ ایک ہی منتر سے دعوی الہام نکل آئے کافی ہوسکتا ہے۔ آپکا منتر ۵ کے مضمون کو چھوڑ جانا اور اُس پر کچھ بھی نہ لکھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کے متعلق لکھنے کے لئے آپکو کچھ بھی نہ سوجھا۔ لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ناظرین کو یاد دلادیں کہ اس منتر کے متعلق ہمنے رسالہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۱۹ و ۲۰ پر جو لکھا تھا اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

وید ملفوظات کا بہت گہرا سمندر ہے۔ جملہ ملفوظات اپنی اصلی حالت میں وید میں پائے جاتے ہیں۔ اور انسان اعلےٰ عقل کے ذریعہ وید سے علمی خزاین پاسکتا ہے۔ اور آخر میں ہمنے لکھا تھا کہ اس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈھنا سراسر لاحاصل ہے۔ وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصے کہانیاں بھری پڑی ہیں"۔ اگر ہمارے وید منتر کی فرمودہ اصول کی مولوی صاحب تردید نہیں کرسکتے تھے تو اس آخری حصہ کا ہی کچھ تو جواب دینے کی کوشش کرتے۔

منتر ۶ کے متعلق آپ اور تو کچھ لکھ نہیں سکے صرف یہ لکھدیا کہ پرکاش کا لفظ الہام کے معنوں میں نہیں آسکتا۔

جناب من میرا تو دعویٰ ہی نہیں کہ پرکاش الہام کا ٹھیک مترادف ہے۔ بلکہ میں پہلے مفصل طور پر لکھ چکا ہوں کہ پرکاش کا لفظ الہام جیسے ناقص لفظ سے بدرجہا بہتر ہے۔ آگے آپ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا دیگر اشیا کو پرکاش کرتا ہے اس لئے وید بھی مثل دیگر اشیا کے ہو گیا۔ حالانکہ آپکو بتلایا جا چکا ہے کہ اگر ہم کہیں کہ گدھا ہے اور ساتھ ہی کہیں کہ انسان ہے تو کیا چونکہ ہے کا لفظ گدھا اور انسان دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔ اس لئے انسان بھی گدھا ہو گیا یا گدھا انسان ہو گیا مجھے آپکا یہ منطق سمجھ میں نہیں آتا۔ خدا ہے اور میں ہوں۔ کیا میں خدا ہو گیا۔ یہ کیا اعتراض ہے؟ آخر میں آپ کہتے ہیں کہ الہام کا کوئی لفظ اس میں نہیں۔ واہ مولوی صاحب واہ! کبھی سنسکرت کے وید میں بھی الہام کا لفظ آپکو مل سکتا ہے۔ شاید اسی دھن میں پڑکر آپ غلطی کھاتے رہیں۔ اگر میں کہوں کہ قرآن میں پرکاش کا لفظ نہیں اس لئے قرآن الہامی نہیں تو سمجھ ہر ایک پاگل نہ کہے گا کہ عربی کی کتاب سے سنسکرت کا لفظ ڈھونڈھتا ہے۔ سوچئے تو سہی کہ آپ لکھ کیا رہے ہیں؟

منتر ۸ کا چونکہ آپ کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لئے اس کے متعلق آپنے نہیں لکھا۔

منتر ۸ یہاں پر آپ وہی غلطی پھر کرتے ہیں۔ سنسکرت میں عربی کا لفظ ڈھونڈھتے ہیں۔ اور آپکا یہ کہنا کہ کونسی چیز ہے جسکا مالک خدا نہیں ہمارے دعوی کو مضبوط کرتا ہے اور آپکا سنسکرت دانی میں ٹانگ اڑانا سراسر دخل در معقولات کا معاملہ ہے۔

منتر ۹ و ۱۰ وہی سخت غلطی آپنے کھائی ہے کہ سنسکرت سے عربی کی امید کرتے ہیں۔

منتر ۱۱ کے متعلق بھی سابق کی طرح وہی غلطی عاید ہو رہی ہے۔

منتر ۱۲ کے متعلق بھی آپکا یہ وہم کہ عربی کا لفظ الہام وید سے نکل آئے سراسر بے سود ہے۔ آگے چلکر آپنے وہی کا منتر پیش کر کے اعتراض پیش کیا کہ چونکہ وید میں بزرگوں کی اطاعت کرنی لکھی ہے اس لئے یہ ابتدائی دنیا میں نہ تھے۔ لیکن اسکا جواب منتر ۸ میں آچکا تھا اور اس سے پہلے بھی مفصل ذکر کر چکا ہوں شاید یہی وجہ کہ منتر ۸ پر آپنے خیال تک نہیں کیا۔ نمبر ۳ آگے خود ہی جج بنکر فیصلہ دیتے ہیں کہ وید کو الہامی دعوی کرنیکا حق حاصل نہیں۔ شکر ہے کہ آپ قرآن کا حق تو ثابت کر چکے۔ آگے آپنے میرا شکریہ ادا کیا ہے جسکے لئے میں تہ دل سے آپکی مہربانی کا مشکور ہوں اور سچے دل سے آپکا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پھر آپ رسالہ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں علم کا لفظ آتا ہے آپ وہاں وید لکھ دیتے ہیں حالانکہ وید کے معنے بھی گو علم کے ہیں مگر وید کتاب کا نام ہے۔ چونکہ شرط ۱ میں آپ مان چکے ہیں کہ الہام علم کے معنوں میں آتا اور ساتھ ہی چونکہ آپنے وید سے نکال کر کوئی حوالہ اسبات کی تائید میں نہیں دیا کہ وید کتاب کا

نام ہے لہذا آپکا دعوےٰ داخل دفتر کیا جاتا ہے۔

پھر آپ طویل مگر بے معنی تحریر کے بعد لکھتے ہیں کہ ناموں میں اصل ترجمہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اسکا جواب کافی دیچکا ہوں کرو ید شئے جملہ الفاظ مشتق یا بامعنی ہیں اور رشی منیوں تک کے بیرمان دیچکا ہوں لہذا آپکی عبارت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

(فقرہ ہفتم) میرے اس سوال کا جواب کہ غیر ملکوں کے نبیوں کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا۔ آپ یہ دیتے ہیں کہ اسکی ضرورت نتھی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں ضرورت نتھی۔ اگر ابراہیم اور لوط وغیرہ کی فہرست دینے کی ضرورت تھی تو کان فیوشس وغیرہ کے نام کی ضرورت کیوں نتھی۔ مناسب تو یہ تھا کہ قرآن کی فہرست کی ضرورت برہان سے ثابت کرتے اور دیگر ملکوں کی عدم ضرورت میں دلایل دیتے۔ لیکن یہ کہکر ٹال دیا کہ ضرورت نتھی۔ خوب شیا میں نے کہا تھا کہ خدا کے ساتھ محض لفظ ایک کے لگا دینے سے اسکی بزرگی ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر اوصاف نیک بھی ساتھ نہوں اور مثال دیکر بیان کیا تھا کہ کیا ہم چور کو ایک چور نہیں کہہ سکتے۔ اسکا جواب کبھی سن تہا کہ آپ دیتے سو نہیں دیا لیکن یہ کہنے لگے کہ،، مباحثہ میں سماج کی سی معمولی باتیں نہیں سُنی جایا کرتیں۔ میدان مناظرہ میں ذرا چست وچالاک ہو کر آنا چاہیئے،،

یہ کونسا منطق ہے جو آپنے لکھا ہے۔ آپ دلیل کی مدد سے میرے اس اعتراض کو معمولی ہی ثابت کر دیتے۔ لیکن معمولی ثابت ہو جانے سے بھی آپ اپنا پلہ نہیں چھڑا سکتے تھے۔ آپکو غلط ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ منطق میں اعتراض معمولی کے لئے اُسکا غلط ہونا ضروری نہیں۔ میں آپکی خاطر مان لوں کہ یہ معمولی اعتراض ہے لیکن ہو لیکن غلط تو نہیں۔ اس اعتراض کو معمولی ثابت کرنے کے لئے ہی یہ شعر آپنے لکھا ہے۔ سوا ہل عقل غور سے سوچیں کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ ۔

،، سمجھکر پاؤں رکھنا میکدہ میں ماسٹر صاحب ؛؛ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں،،

اگر واقعی آپ علمی اور منطقی مباحثہ کو شراب خانہ یا جائے بیہودہ بکواس سمجھتے تھے تو مجھے پہلے ہی مطلع کر دیتے مجھے بیہودہ بکواس سے سخت نفرت ہے۔ پگڑی اُچھلنی ہے کیا معنے کہ عزت اُتاری جاتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ جیسے شراب سے متنفر شخص نے یہ شعر کیا سمجھکر لکھدیا۔ شعر جسکا چرایا تھا اُسکی بھی پوری نقل نہ کر سکے۔ ماسٹر صاحب کا لفظ گھر سے گھڑ کر لگا دیا۔ تاکہ ہم بھی شاعروں میں گنے جائیں۔ مباحثہ تھا یا مشاعرہ؟ اس تحریر کے بعد جناب لکھتے ہیں کہ،، بہمہ صفات کمال موصوف ایک خدا ہے،،

شکر ہے۔ کہ سچائی آپ کے قلم سے نکل گئی۔ ابھی تو معمولی اعتراض کہتے تھے اب اُسکے جواب دینے کا فکر پڑا۔ لیکن بہمہ

صفات موصوف کی تعریف تک نہیں۔ اور لکھتے ہیں رسالہ جنوری ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۲۶ پر درج ہے اور اس بتلائے ہوئے کا کیا نتیجہ ہوا اور اسکا کیا ہوگا اور دل کا غبار اس شعر سے نکالا کہ ع اگر صد باب حکمت پیش ناداں۔ وغیرہ۔ پھر بہت سے چٹکلے اور مذاق لکھنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "خدا کی ذات کی نسبت قرآن اعلیٰ درجہ کی محبت کا حکم دیتا ہے" یعنی

"مسلمان ایمانداروں کو خدا کے ساتھ سب سے بڑھکر محبت رکھنی چاہئیے"

جناب من یہ تو ٹھیک لیکن یہ کہاں پر ہے کہ خدا بھی ہمیں محبت کرتا ہے۔ سچ مچ وہ تو ہے ہی نہیں کیونکہ خدا کو ڈر تھا کہ اگر میں نے اپنے آپکو باپ کی مانند محبت کرنیوالا ظاہر کیا تو کہیں خرابی نہ ہو جائے۔ پس جو کچھ آپنے خدا کی محبت کے متعلق بتلایا وہ آدھا ہی بتلایا۔ خیر آپکا بھی قصور کیا ہے اگر قرآن میں ہو نہیں تو آپ گھر سے لائینگے۔

پھر عربی کا شعر لکھا ہے اور ترجمہ نہیں دیا اس لئے میرے لئے اسکا عدم وجود برابر ہے۔

لیکن جناب بتلائیے تو کہ صرف مسلمانوں کو خدا سے محبت کرنی چاہئیے یا جملہ انسانوں کو۔ گویا خدا مسلمانوں کا ہے بنی نوع انسان کا نہیں۔ عالمگیر محبت تو اس آپکی پیش کردہ آیت سے نہ نکلی۔

پھر آپ لطیفہ بازی پر اتر آئے ہیں مجھے فرصت کم ہے ورنہ بیربل کی کتاب کے صفحے نقل کر دیتا اور مولویصاحب کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی۔ پھر لپے ہوئے کو چینے لگ گئے ہیں۔ آگے مجھے عربی منطق کی کسی کتاب کا پڑھنا ضروری بتلاتے ہیں لیکن نام تک نہیں دیا کہ کونسی پڑھوں۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ منطق کے اصول سنسکرت عربی اور انگریزی فلاسفی میں یکساں ہیں لیکن اب مولوی صاحب کی تحریر سے پتہ لگ گیا کہ عربی کا منطق ناقص ہے کہ جسکو پڑھکر بھی مولوی صاحب اسی وجہ سے شاید درست طریق پر منطق کی رو سے دلیل نہیں کر سکتے۔ پھر آپ ویدک تعلیم مقابلہ پر چاہتے ہیں سو اس جواب کے آخر میں وہ بھی عرض کر دونگا۔ لیکن اب عربی منطق سے جو کام لیا ہے وہ بھی دیکھئے گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس درخواست اور دعوے کے مقابلہ میں ویدک تعلیم کا ایک حرف بھی نہ لکھنا قرآن کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے برابر ہے۔

کیا مولوی صاحب یہی عربی منطق ہے جس کے پڑھنے کی ہدایت خاکسار کو کر رہے ہیں۔ مجھے پتہ نہ تھا کہ عربی منطق کی تحصیل آپ یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ ایسی عربی منطق کو ہمارا سلام ہے۔ آگے سوامی جی پر ہاتھ صاف کیا ہے لیکن رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کا سمجھنا عربی منطق کی مدد سے میرے مہربان محال ہے۔ رسالہ آریہ مسافر ستمبر ۰۹ء میں تاریخ ترقی کے متعلق میرا ایک مضمون آپنے پڑھا ہوگا اس کے مقابلہ پر قرآن شریف سے ایک مضمون تو لکھکر چھپنے کے لئے ہردوار بھیجدیں۔ یہ مضمون اس تحریر کے خاتمہ پر بطور ضمیمہ شریک رسالہ چھپا دے

وزیر چند جی شائع کرا دیں گے۔ تار برقی اور غبارہ بازی پر تمسخر تو آپنے کر لیا۔ اُس کی تردید میں کوئی ایک کتاب لکھیے گا۔

آخر میں آپ کرشن جی کو سب کے مسلمہ گرو بتلاتے ہیں۔ کیا وہ آپ کے بھی گرو ہیں۔ اگر نہیں تو سب کے مسلمہ گرو آپنے کیسے لکھدیا۔ جناب من ہم وید کے مقابلہ پر گیتا کو معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ لیکن قرآن کے مقابلہ پر گیتا کو بہت بڑھکر پاتے ہیں۔

پھر آپنے اپنی بھول جانے کی عادت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ گواہ سوشیل لا لغتہ مہم ہو حالانکہ شرائط پیش کردہ میں آپ مان چکے ہیں کہ سوشیل لا لغتہ مہم کا الہامی کتاب میں ہونا ضروری نہیں۔ مگر یاد رکھنا بھی آپکو مشکل ہے خیر — آخری فقرہ آپکا لطیفہ کا خوب کام دیتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ اگر وید میں دعوے الہام ہو بھی تو چونکہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے گواہ معدوم لہذا نتیجہ معلوم " لیکن مولوی صاحب! جائے اُستاد خالیست۔

لیجئے ہم آپکی غلطی بتلاتے ہیں۔ آپ کے لطیفہ میں نتیجہ کا لفظ نہیں آیا اس لئے گواہ کسکو گواہی سنائیں گے پس مدعا ثابت۔ خاتمہ پر آپنے یہ شعر لکھے ہیں۔

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ⁂ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ⁂ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

آپ کے ان اشعار پر میں مختصر سے چند اعتراضات کرتا ہوں۔

(۱) قرآن کا حسن بقول آپ کے ہر مسلمان کا نور جاں ہے۔ لیکن اگر اسکو آپ الہامی مانتے ہو تو کہیئے کہ ہر ایک بشر جو روئے زمین پر ہے اُسکا نور جاں ہے۔ مگر چونکہ اُسکی تعلیم عالمگیر ہے نہیں اس لئے آپکا ہی لکھنا درست ہوا۔

(۲) آپکا چاند قرآں ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ کل دُنیا کے لئے چاند ہے۔

(۳) درحقیقت قرآں چاند ہے جیساکہ آپ لکھتے ہیں۔ لیکن آپکو واضح رہے کہ چاند میں مثل زمین کے اپنی ذاتی روشنی نہیں ہے۔ جو کچھ چمک دمک ہے وہ سب یہ آفتاب سے حاصل کرتا ہے اسی طرح پر قرآن میں اگر سچائی کہیں کہیں پر ہے تو وہ نور الٰہی جاتی کا اپنا ہو نہیں سکتا وہ اُسنے وید کے آفتاب سے لیا ہے۔

(۴) نظیر اسکی نہیں جمتی۔ جناب من جب آفتاب کو دیکھیئے گا تو یہ سوف و خسوف والی چاندنی مات ہو جائیگی۔ کیا مجال ہے چاند کی کہ آفتاب کا مقابلہ کر سکے۔

(۵) جس کے آگے چاند نہیں ٹھیر سکتا وہی آفتاب وید یکتا اور کلام پاک ایشور کا ہو سکتا ہے نہ کہ چاند۔

(نوٹ ۱) میں آپکا اور آپکے منشی حبیب اللہ صاحب کا جنہوں نے میرا شکریہ آپکے رسالہ میں کیا ہے۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں فقط

(خاکسار آتمارام امرتسری)

(نوٹ ۲) ویدا ور قرآن کی تعلیم کے مقابلہ میں ضمیمہ ۱ نیچے ملاحظہ فرمایئے گا۔ اور تار برقی کا مضمون رسالہ ہذا میں نکل چکا ہے اُس کو بھی ملاحظہ میں لائیگا۔

ضمیمہ ۱

ویدک تعلیم اور قرآنی تعلیم کا مقابلہ

(۱) دہریوں کے جواب میں قرآنی آیات مولوی صاحب نے جو پیش کی ہیں (دیکھو رسالہ دسمبر و جنوری ۱۹۰۹ء) یہ ہیں "ہماری قدرتِ کاملہ کی نشانی رات کا وقت ہے جس سے ہم دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں۔ اور سورج اپنے وقت تک چلتا ہے وغیرہ"

مولوی صاحب عربی دہریوں کو متکلم قرآن نے اس جواب سے چپ کرا دیا ہو تو کچھ تعجب نہیں لیکن انیسویں صدی کے سائنس دان دہریوں کو یہ سائنس کے خلاف کبھی تسلی نہیں کرا سکتا۔ سائنس دان اور اُن کے ساتھ ہم بھی آپ سے پوچھیں گے کہ رات کے وقت سے دن کی روشنی کو نکالنیکا کام اندھیرا ہے۔ وقت کیا چیز ہے جس سے روشنی کو نکالا جاتا ہے اور رات کے وقت سے کیا مراد ہے؟ سورج اپنے وقت تک چلتا ہے کیوں نہیں لکھا کہ اپنے محور کے گرد اپنی ہی جگہ پر گھومتا رہتا ہے؟ اگر سورج چلتا ہے تو وقت کے بعد ٹھیر بھی جاتا ہوگا انہیں غلط باتوں سے جنکی تردید مڈل کے طلبا بھی کر سکتے ہیں آپ بار بار مجھے قرآنی تعلیم اور ویدک تعلیم کے مقابلہ کی درخواست کرتے تھے۔

(۲) "خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے"

مولوی صاحب اسکے بعد ٹھیر جاتا ہوگا یہ کیا خلاف عقل بات آپنے پیش کر دی۔

(۳) "ہماری ہستی کی نشانی زمین ہے جس کو بارش سے سرسبز کر دیتے ہیں وغیرہ"

بس یہی دلیل ہے جس سے آپ دہریوں کو قرآن کے خدا کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ یہ دلائل سنکر تو لوگ زیادہ دہریہ بنیں گے۔ دہریہ لوگ اس سے کب انکار کرتے ہیں کہ خشک زمین کو بارش سرسبز کر دیتی ہے اور

یہی دلیل قرآن دیتا ہے۔ دہریہ تو کہتے ہیں کہ زمین پر بارش کے پڑنے سے قدرتاً اور فطرتاً ہی روئیدگی ہو جاتی ہے اللہ یا خدا کی بیچ میں ضرورت کیا ہے اور مثال کے طور پر وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح لوہے کو ایک پتھر کھینچ لیتا ہے اسی طرح پر بارش کا مٹی سے میل سبزی پیدا کرتا ہے کیا انکی اس بات کا جواب قرآن شریف میں کہیں پر ہے اسی دلیل کو لیکر یوروپ کے سائنس دان دہریہ بن رہے ہیں۔ لیکن یجر وید ادھیائے ۴۰ میں وید نے اسکا جواب دیا ہے کہ۔

ایشور ہی حرکت مجسم ہے مادہ میں حرکت نہیں یہ جڑ پدارتھ ہے اور اس کو سائنس کے محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ میٹر انرٹ ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ وید کے مفسر رشی بھی کہتے ہیں کہ سبھاو کی گیان بل کریہ چہ یعنی ایشور طبعاً ہی علم۔ طاقت اور حرکت کا منبع ہے۔ اسوقت مغرب کے دہریہ لوگ مادہ اور حرکت دو چیزوں کو مان رہے ہیں لیکن اُنکو پتہ نہیں کہ حرکت کہاں سے آتی ہے اُسکا جواب وید دے رہا ہے نہ کہ آپ کا قرآن۔ پس دہریوں کو تسلی دینا قرآن کا کام نہیں ہے:۔

(۴) "خدا نے زمیں کو پھیلایا۔۔۔ اور رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے"

واہ مولوی صاحب واہ سائنس کے زمانہ میں آپ یہ دلایل لکھ رہے ہیں۔ خدا نے زمین کو کہاں پھیلایا۔ اور رات کو دن سے اور دن کو رات سے کیسے ڈھانپتا ہے رات دن ہیں کیا؟ اِن کی اصلیت تو بتائی ہوتی۔ کیا ان کو سرپوش مان رہے ہو:۔

(۵) "جس کو ہم عمر دراز کرتے ہیں اُس کی پیدایش اُلٹی کر دیتے ہیں"

میڈیکل کالج لاہور میں اس کی تشریح چھاپ کر بھیجدینی چاہیے۔ کیا پیدایش کا طریق کسی کا کبھی اُلٹا ہوا ہے؟ اور دراز عمری خدا کی مرضی پر منحصر ہے یا لوگوں کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے اس سے تو پایا گیا کہ خدا جس کی چاہے عمر دراز کر دے۔ واہ خوب اندھیر ہے:۔

(۶) "کوئی شک نہیں اے رسول تیرے رب کی طرف ہی سب چیزوں کی انتہا ہے"

خوب! رسول کا رب ہے۔ دنیا اور کل لوگوں کا نہیں سب چیزیں خدا میں جا کر ختم ہو جاتی ہیں تو خدا سے ہی نکلی ہوں گی تو خدا مثل روئی اور چیزیں مثل کپڑے کے ہوئیں۔ دہریہ لوگ کہتے ہیں کہ مادہ میں ہی سب کچھ ہے قرآن بھی دوسری قسم کا دہریہ پن سکھلاتا ہے جو بتلاتا ہے کہ سب چیزیں خدا کا ہی جزو ہیں:۔

(۷) "تیرے سوا کوئی معبود برحق مالک الانصاف نہیں اور اس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں"

خدا کے برحق ہونے کے دو گواہ ہیں ایک عالم دوسرے فرشتے۔ عالموں سے تو ہم گواہی پوچھ سکتے ہیں لیکن فرشتے کون ہیں اور کہاں ہیں جن سے گواہوں کا کام لیا جاوے۔ اگر فرشتے فرضی ہیں تو فرضیات کا الہامی کتاب میں ذکر ہونا کیا درست ہے؟ مولوی صاحب آپنے بیان تو کیا ہوتا کہ فرشتے کہاں ہیں جن سے بات چیت کیجاوے:۔

(۸) "اے رسول اگر تو بھی شرک کرے گا تو تیرے بھی نیک عمل ضائع ہو جائیں گے"

واہ یہ خوب انصاف پسند خدا ہے۔ ایک آیندہ کی جانیوالی بدی کی سزا دینے کے بجائے پچھلے بھی نیک عمل ضائع کر دیتا ہے رسول کو خصوصیت سے کیوں کہا جب کہ وہ سب پر برابر نظر عنایت رکھنے والا ہے۔ انصاف کے تو یہ معنی ہیں کہ جتنا کوئی کرے اتنا بھرے نہ کہ ایک برے کام کی سزا میں سب نیک کام ضائع کر دئے جائیں۔

(۹) "خدا شرک کو ہرگز نہ بخشے گا"

لیکن خون ریزی تو بخش دے گا۔ ایک ذہنی غلطی کو بخش نہیں سکتا اور خون ریزی بخش دیتا ہے۔ سلام ہے ایسے خدا کو:۔

(۱۰) "مکہ کے مشرکوں سے جو کعبہ میں بت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ اس گھر کے مالک یعنی صرف خدا کی عبادت کریں":۔

قرآن میں ہمیں کہیں یہ تو نظر نہ آیا کہ خدا محیط کل ہے ایک بت خانہ کا مالک اسے ٹھیرایا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خدا مثل خدا بخش ساہوکار کے ہوگا۔ ورنہ کیا یہ ہنسی کی بات نہیں کہ جب ہم شہنشاہ کو جھونپڑی کا مالک نہیں کہہ سکتے تو خدا کو ایک گھر کا مالک کہنا کیا اس کی خدائی کو بٹہ لگانا نہیں ہے؟

(۱۱) "خدا نے تم کو ایک دوسرے پر رزق کی بڑھوتری دی ہوئی ہے":۔

کیا یہ خدا کے ظلم کی بات نہیں کہ جس کو چاہے وہ امیر اور جس کو چاہے بلا وجہ غریب اور غلام بنا کر اذیت دیتا ہے؟

(۱۲) "جو اس کے نزدیکی مقرب بندے ہیں اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے ..... سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں تو کہدے اس دعوے پر اپنی دلیل لاؤ۔ ... یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے سے اولاد بنائی ہے وہ ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے"

اس کے نزدیک بھی مقرب بندے کون ہیں؟ اُن کی پہچان کیا ہے۔ خدا دوسرے آدمیوں یعنی مخالفوں سے تو دلیل مانگتا ہے لیکن خود دلیل سے گریز کرتا ہے۔ کیا خدا نے مباحثہ جاری کر رکھا ہے اور لوگوں کی تردید میں یہ مضمون لکھ رہا ہے کہ میں بیہودہ گوئیوں کا جواب نہیں دوں گا۔ اب بھی خدا مباحثہ کیوں نہیں کرتا؟

(۱۳) ”خدا اوپر سے بارش اُتارتا ہے اُسے تم پیتے ہو اور اُس سے درخت پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ اُن سے سمندر کو قابو کر رکھا ہے تا تم اُس سے گوشت ترو تازہ یعنی مچھلیاں کھاؤ اور زیور موتی نکالو۔۔۔۔۔ اور زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ بہ سبب حرکت پانی کے تم کو نہ ہلا سکے۔۔۔۔“

خدا اوپر سے بارش اُتارتا ہے لیکن دہریہ تو یہی کہے گا کہ زمین کی کشش اگر نہ ہوتی تو بارش نیچے کیسے اُتر سکتی کیا کہیں خدا نے بارش کے نیچے اُترنے کا سبب کشش ثقل بھی بیان کیا ہے اگر نہیں تو اُسکا علم ناکمل ہے:۔

خدا نے انسان کی قدرتی خوراک سمندر کی مچھلیاں بتلائی ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹران اعلیٰ دماغ اور سائنس دان باکمال اتفاق رائے سے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان کی قدرتی خوراک گوشت نہیں ہے:۔

ڈاکٹر جن ٹن۔ کیورلارنس بیل آون کنیڈی وغیرہ ایک سے ایک اعلیٰ سائنس دان بتلا رہا ہے کہ گوشت ہرگز انسان کی قدرتی خوراک نہیں۔ پھر خدا کا یہ بتلانا کہ مچھلیاں کھاؤ بتلاتا ہے کہ وہ انسانی فطرت۔ انسان کے دانت آنت اور معدہ کی بناوٹ سے بے بہرہ ہے۔ سچ ہے اُس زمانہ میں عرب میں علم تشریح اور فزیالوجی کی تعلیم تھوڑی تھی جو خدا طبّی باتیں جان کر پھل اناج انسانی خوراک بتلاتا:۔

زمین پر پہاڑوں کو خوب میخیں بنا کر ٹھوکا ہے۔ اگر علم جغرافیہ سے متکلم قرآن کو واقفیت ہوتی تو ہرگز ایسا نہ کہتا۔ کیا پہاڑ زمین کے ساتھ گردش نہیں کرتے۔ لیکن سچ ہے مولوی صاحب کہدیں گے قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے:۔

(۱۴) ”کیا جو پیدا کرے وہ اس جیسا ہی جو نہیں پیدا کرتا۔۔۔ جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں مانتے ہیں

توحید سے دل اُن کے منکر اور وہ خود متکبر ہیں"

آپکا مطلب ہے کہ خدا اور مصنوعی معبود ایک سے نہیں یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن پیدا کرنے کے معنے نہ آپنے ہی بتلائے اور نہ خدا ہی نے فرمائے۔ پیدا کرنے سے مراد کیا نیستی سے ہستی میں لانیکی ہے۔ اگر ہے تو یہہ مسئلہ سراسر جہالت کا ہے اور جو ایسا کہتا ہے وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔

آگے چلکر آپنے اس آیت میں توحید کو آخرت کی زندگی کا گویا مترادف ٹھیرا دیا خیر آپکی مرضی لیکن آخرت کی زندگی سے مراد اگر ابدی دوزخ اور ابدی بہشت کی ہے تو ایسی آخرت کی زندگی اور توحید لوگوں سے دور ہی رہے تو اچھی ہے۔ اس سے یہی دُنیا بہتر ہے۔

(۱۵) "خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب ملک کا تھامنے والا ... کون ہی جو اُس کے پاس بغیر اُس کے حکم کے سفارش کر سکے؟ وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی سب باتیں جانتا ہے"

صفات باری کے متعلق سارے قرآن سے ڈھونڈھکر آپنے یہ آیت نکالی لیکن اس میں بھی صفات باری کا کمالیت کے ساتھ ذکر نہیں ہے۔ خدا سب ملک کا تھامنے والا ہے۔ کیا عرب کے سارے ملک کا یا کُرہ ارض کے تمام ملکوں کا۔

کیا اُسکا حکم لیکر اُس کے پاس سفارش ہو سکتی ہے؟ یہ تو وہ بات ہوئی جیسے چپراسی اپنے مالک کی اجازت حاصل کرے کہ میں فلاں مجرم کی سفارش کروں حاکم کہے کرو۔ اس سے پایا گیا کہ خدا چاہتا ہے کہ پہلے میری اجازت لے لو پھر سفارش کرو لیکن کیوں نہیں صاف طور سے بتلایا کہ ہرگز کسی صورت میں سفارش مانی نہیں جائے گی۔ جو کرو گے سو بھرو گے۔

وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے۔ لوگوں کے دل کی باتیں تو نہیں جانتا۔ اگر محیط کل ہوتا اور اس آیت میں کہیں پر اُسکو محیط کُل لکھا ہوتا۔ تب تو یہ بھی ممکن تھا لیکن جب اُسکو محیط کل ہی نہیں بتلایا گیا تو وہ دل کے خیالات کیسے جان سکتا ہے؟ آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے نہ کہ خیالات۔ پس وہ ہمہ دان ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۱۶) "وہ غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے ...... وہ بادشاہ ہے خود مختار ... سب پر غالب وہ خدا پیدا کرنے والا ہے"

وہ غائب اور ظاہر کو تو جانتا ہے۔ لیکن ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں زمانوں کو جانتا ہے یا نہیں؟ جب تک یہ صفت اُسکی نہیں تو کیسے وہ مکمل ہمہ دان ہو سکتا ہے؟ وہ بادشاہ ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر

مسلمان کیونکر مانتے ہیں کہ خدا روحوں کو نیستی سے ہستی میں لاتا ہے؟ کیا بادشاہ اپنی رعایا کو نیستی سے ہستی میں لاتا ہے؟ بادشاہ تو کہدیا لیکن روح کو کیا کہیں پر اُسکی رعایا بھی کہا گیا ہے؟ اگر نہیں تو آنکھ سے اندھی نام نین سُکھ کی مثال صادق آئیگی۔ عجب بادشاہ ہے کہ رعایا ندارد۔ خود مختار ہے بہت ٹھیک لیکن کہیں پر سارے قرآن میں روح کو بھی فعل مختار کہا ہے آگے چلکر لکھا ہے کہ وہ پیدا کرنیوالا ہے۔ ابھی کہا تہا کہ وہ بادشاہ ہے۔ کیا ایک خیال دوسرے خیال کی تردید میں موجود نہیں ہے۔ جو نیستی سے ہستی میں کائنات کو لاتا ہے۔ وہ بقول مسلمانان قدرت سے پیدا کرتا ہے۔ لیکن وہ بادشاہ کیسے کہلا سکتا ہے۔ شاید یہاں مراد بادشاہ سے جابر کی ہوگی۔ اگر مالک سے ہے تو وہ نیستی سے ہستی نہ کر سکے گا۔

مولویصاحب اسی آیت کے فرمودہ کی تردید قرآن نے جابجا کی ہے پھر ہم کیونکر مان لیں کہ قرآن کا خدا سب پر غالب آنیوالا بادشاہ ہے۔ ہرگز نہیں وہ سب پر غالب نہیں ہے۔ اگر غالب آسکتا تو ایک شیطان کو آجتک قید نہ کر چھوڑتا دیکھئے قرآن شیطان کی تاریخ اور خدا کی کمزوری کو خود کن الفاظ میں بیان کر رہا ہے؟

پیدا کرنے کے بارہ میں سورہ بقر آیت ۱۱۱۔ اس طرز پر ہے کہ:۔

"وہ زمین آسمان کا موجد ہے جب کسی کام کا حکم دیتا ہے تو صرف کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے" کیا معنی کہ نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ جو ایک ناممکن بات ہے۔ پس ناممکن کاموں کے کرنیوالے کو خدا کہنا ہی غلطی ہے اور نہ وہ خدا ہوسکتا ہے۔ جو ناممکن اور اپنی ذات قدرت کے خلاف کرے۔

اب ہم اس بات کی تائید میں کہ خدا شیطان پر غالب نہیں آسکا۔ مندرجہ ذیل حوالجات درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو قرآن کے خدا کی صفات کا بخوبی پتہ لگ سکے جن آیات کو مولویصاحب نے چھپانیکی کوشش کی ہے:۔

سورہ بقر

نمبر ۱۔ اور جب مومنوں سے ملتے ہیں۔ کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیاطین کیساتھ خلوت میں سوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو اُنسے ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ صفحہ ۳۔ آیت ۱۳۔

نمبر ۲۔ پھر شیطان نے اُن دونوں کو لغزش دی اور اُن دونوں کو وہاں سے نکالا اور ہمنے کہا تم سب نیچے اُترو ایک دوسرے کے دشمن صفحہ ۵ آیت ۳۴۔

نمبر ۳۔ اے لوگو جو کچھ زمین میں حلال اور پاک ہے تم کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے صفحہ ۱۵۔ آیت ۱۶۳۔

نمبر ۴۔ وہ تمہیں (شیطان) صرف بدی کرنیکا اور فحش کاموں کا اور خدا کی نسبت وہ باتیں جو تمہیں معلوم نہیں

بدی لینے کا حکم دیتا ہے۔ صفحہ ۱۵۔ آیت ۱۶۴۔

نمبر ۵۔ اے ایماندارو تم مسلمانی مذہب میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پہ نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۱۸۔ آیت ۲۰۴

نمبر ۶۔ شیطان تمہیں تنگدستی کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں بیحیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور خدا تمہیں اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ صفحہ ۲۴۔ آیت ۲۷۱

سورۃ العمران

نمبر ۷۔ میں اسکو معہ اسکی اولاد کے شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ صفحہ ۲۸۔ آیت ۳۱۔

نمبر ۸۔ فوجوں کے بھڑنے کے دن جو لوگ تم سے ہٹ گئے تھے اُن کے گناہوں کی شامت سے انہیں شیطان نے ڈگایا تھا۔ صفحہ ۳۵۔ آیت ۱۴۹۔

نمبر ۹۔ یہ شیطان ہے کہ تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تم اُن سے نہ ڈرو مجھسے ڈرو اگر ایماندار ہو۔ صفحہ ۴۰۔ آیت ۱۶۹۔

سورۃ النساء

نمبر ۱۰۔ جو اپنے اموال دکہلانے کیلئے خرچ کرتے ہیں وہ اللہ پر اور آخیر کے دن پر ایمان نہیں رکھتے جنکا ساتھی شیطان ہوا اُنکا بُرا ساتھی ہو گیا ہے۔ صفحہ ۴۳۔ آیت ۴۲۔

نمبر ۱۱۔ شیطان اُنہیں گمراہی میں دور لیجانا چاہتا ہے۔ صفحہ ۴۳۔ آیت ۶۳

نمبر ۱۲۔ ایماندار خدا کی راہ میں لڑتے ہیں کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو (دیکھو) قتل کرو شیطان کا مکر ضعیف ہے۔ صفحہ ۴۴۔ آیت ۷۸۔

نمبر ۱۳۔ اگر تم پر خدا کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو تم شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے۔ صفحہ ۴۵۔ آیت ۸۵۔

نمبر ۱۴۔ مشرک لوگ خدا کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں۔ درحقیقت شیطان سرکش کو پکارتے ہیں۔ صفحہ ۴۸۔ آیت ۱۱۷۔

نمبر ۱۵۔ جس نے خدا کے سوائے شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں جا پڑا۔ صفحہ ۴۸۔ آیت ۱۱۸۔

نمبر ۱۶۔ شیطان انہیں وعدے دیتا اور آرزوئیں بندھواتا ہے لیکن اُس کے وعدے صرف فریب کے ہیں۔ صفحہ ۴۸۔ آیت ۱۱۹۔

سورۂ مائدہ

نمبر ۱۷- شیطان چاہتا ہے کہ بوسیلۂ شراب اور قمار کے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں خدا کے ذکر اور نماز سے روکے پس کیا تم ہیں باز آنا چاہیئے صفحہ ۶۰- آیت ۹۱

سورۂ انعام

نمبر ۱۸- جب ہمارا عذاب اُن پر آیا وہ عاجز کیوں نہ ہوئے- اگر اُن کے دل سخت ہو گئے تھے- اور شیطان نے اُن کے کام اُنکی نظروں میں آراستہ کئے تھے- صفحہ ۶۵- آیت ۴۴

نمبر ۱۹- اور جب تو اے محمد یہ دیکھے کہ ہماری آیتوں میں غور کر رہے ہیں تو اُن سے یکسو ہو جا یہاں تک کہ جب تک وہ کسی اور بات میں غور کریں- ورنہ شیطان تجھے بھلا دیگا- پس تو بعد نصیحت ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ- صفحہ ۶۶- آیت ۶۷

نمبر ۲۰- اور چوپایوں میں بعض باربردار ہیں اور بعض فرش زمین ہیں جو اللہ نے تمہیں رزق دیا کھاؤ- اور شیطان کے نقش قدموں پر نہ چلو وہ صریح تمہارا دشمن ہے- صفحہ ۷۱- آیت ۱۴۴

سورۂ اعراف میں قصہ شیطان

نمبر ۲۱- فرمایا نیچے اُتر یہاں سے تجھے لایق نہیں کہ یوں یہاں تکبر کرے نکل تو ذلیلوں میں ہے- بولا جی اُٹھنے کے دن تک مجھے مہلت دے فرمایا- تجھے مہلت دی- تب بولا اس سبب سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں تیری سیدھی راہ کے اوپر آدمیوں کی گھات میں جا بیٹھوں گا- اُنپر آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں سے آؤں گا- اور تو اُن میں بہت شکر گذار نہ پاوے گا- فرمایا یہاں سے نکل عیب دار مردود اُن میں جو تیرے تابع ہوگا- میں تم سب سے دوزخ بھر دوں گا (صفحہ ۴۷- آیت ۱۲- ۱۳- ۱۴- ۱۵- ۱۶)

نمبر ۲۲- پھر شیطان نے اُنھیں وسوسہ دیا تاکہ اُن کی پوشیدہ برہنگی اُن پر ظاہر کرے- صفحہ ۴۷- آیت ۱۹-

نمبر ۲۳- کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے نہ کہا تھا- صفحہ ۴۷- آیت ۲۱-

نمبر ۲۴- اے بنی آدم شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالے جیسے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا- اُن کے کپڑے اُن کے اوپر سے کھینچتا تھا تاکہ اُن کی برہنگی دکھلاوے شیطان اور

اُس کی قوم تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتی ہیں کہ تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے ہمنے شیطان کو بے ایمانوں کے لئے اولیا بنا دیا ہے۔ صفحہ ۷۴ آیت ۲۶۔

نمبر ۲۵ اور تو اُنھیں اُس شخص کی خبر پڑھ سُنا کہ جسے ہمنے اپنی آیات دی تھیں اور وہ آیتوں میں سے نکل گیا۔ پھر اُس کے پیچھے شیطان ہولیا۔ اور گمراہوں میں ہوا صفحہ ۸۳ آیت ۱۷۴

نمبر ۲۶۔ اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ڈگا وے تو اللہ سے پناہ مانگ وہ سنتا جانتا ہے صفحہ ۸۵۔ آیت ۱۱۹

نمبر ۲۷۔ جو ڈرتے ہیں جب اونہیں شیطان سے کوئی وسوسہ پہونچے وہ چونک اوٹھتے ہیں۔ پھر فوراً سمجھ آجاتی ہے صفحہ ۸۵۔ آیت ۲۰۔

سورۂ انفال

نمبر ۲۸۔ جب دن شیطان اُن کے کام اونہیں اچھے دکھلائیگا۔ کہتا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی تمپر غالب نہ ہوگا۔ میں تمہارا رفیق تمہارے ساتھ ہوں۔ جب وہ فوجیں مقابل ہوئیں شیطان اولٹے پیروں ہٹا اور کہا میں تمسے بیزار ہوں۔ میں کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں صفحہ ۸۸۔ آیت ۵

سورۂ یوسف

نمبر ۲۹۔ کہا اے بیٹے اپنا ارادہ اپنے بھائیوں کو نہ سنانا کہ وہ تیرے لئے کوئی فریب بنائیں گے۔ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۱۱۱۔ آیت ۵

نمبر ۳۰۔ جس کی نسبت گمان تھا کہ وہ بچے گا۔ اس سے کہا کہ اپنے مالک پاس میرا ذکر کیجیو۔ شیطان نے مالک کے پاس اُسکا ذکر اُس سے بھلا دیا پھر وہ قیدخانہ میں کئی برس رہا۔ صفحہ ۱۱۳۔ آیت ۴۲۔

نمبر ۳۱۔ اپنی والدین کو تخت پر چڑہایا۔ اور اُس کے بھائی سب سجدہ میں گرے اور کہا یہ سب میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ میرے رب نے اوسے سچ کیا اور اُسنے مجھپر یہ احسان کیا۔ جب مجھے قیدخانہ سے نکالا اور تمہیں جنگل سے یہاں لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا اٹھوایا۔ خدا جو چاہے بالطاقت کرتا وہ دانا حکیم ہے صفحہ ۱۱۶۔ آیت ۱۰۱۔

سورۂ ابراہیم

نمبر ۳۲۔ جب فیصلہ ہو چکیگا۔ تب شیطان بولے گا۔ خدا نے تمسے سچا وعدہ کیا تھا۔ جو وعدہ کیا تہا۔ جو وعدہ میں نے تمسے کیا تہا جہوٹ تھا اور میری تمپر حکومت نہ تھی صفحہ ۱۲۱۔ آیت ۲۶۔

سورۂ حجر

نمبر ۳۳۔ اور مردود شیطان سے اُس کی حفاظت کی صفحہ ۱۲۳۔ آیت ۱۷

نمبر ۳۴۔ مگر شیطان جو بات چوری سے سُن گیا۔ اُسکے پیچہے شہاب لگایا صفحہ ۱۲۳۔ آیت ۱۸

نمبر ۳۵۔ شیطان کا پہر ذکر ہے۔ صفحہ ۱۲۳۔ آیت ۳۱ سے ۴۲ تک۔

سورۂ نحل

نمبر ۳۶۔ اللہ کی قسم تجہسے پہلے بہت اُمتوں میں رسول بہیجے تہے۔ شیطان نے اُنکے عمل اُنہیں بہلے کر دکہلائے تہے سو وہی آج انکا دوست ہے اور اُنکے لئے دُکھ کا عذاب ہے۔ صفحہ ۱۲۸۔ آیت ۶۵۔

نمبر ۳۷۔ سو جب تو قرآن پڑہے مردود شیطان سے پناہ مانگ صفحہ ۱۳۰۔ آیت ۱۰۰

نمبر ۳۸۔ اسکا غلبہ اُنہیں پر چلتا ہے جو شیطان کے دوست اور مشرک ہیں صفحہ ۱۳۰ آیت ۱۰۲۔

سورۂ بنی اسرائیل

نمبر ۳۹۔ فضول خرچ شیطانوں کے بہائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ صفحہ ۱۳۳۔ آیت ۲۹۔

نمبر ۴۰۔ میرے بندوں سے کہہ کہ وہ بات بولیں جو بہتر ہے کیونکہ شیطان اُن میں لڑائی کراتا ہے۔ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۱۳۴۔ آیت ۵۴۔

نمبر ۴۱۔ پہر شیطان کا ذکر صفحہ ۱۳۴۔ آیت ۶۳ سے ۶۶ رکوع ۷۔ (یعنی) اور جب ہمنے فرشتوں کو کہاکہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کیا میں ایسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔ پہر بولا تو دیکھ جسے تو نے مجہپر فضیلت دی ہے۔ اگر تو مجہے قیامت تک مہلت دیگا تو میں اُس کی اولاد کو جڑ سے اوکھاڑ ڈالوں گا۔ سوائے تہوڑوں کے۔ فرمایا چلا جا ان میں سے جو تیرے تابع ہوگا تم سب کا جہنم پورا بدلا ہوگا۔ جیسے تو

آواز خود ان میں بہکا سکے۔ بہکا اور اپنے سوار اور پیادے اُنپر چڑہا اور اموال و اولاد میں اُنکا شریک ہو۔ اور اونہیں وعدے دے۔ اور شیطان اُنھیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے صفحہ ۱۳۵۔ آیت ۶۳ سے ۶۶۔

سورۂ کہف

نمبر ۴۲۔ اور جب ہمنے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا۔ اپنے رب کے فرمان سے نکل بھاگا۔ پس کیا تم میرے سوا ابلیس کو اور اوس کی اولاد کو دوست ٹھیراتے ہو۔ وہ تمہارے دشمن ہیں اور ستمکاروں کا بدلا بُرا ہے۔ صفحہ ۱۴۰۔ آیت ۴۸۔

نمبر ۴۳۔ بولا تو نے دیکھا کہ جب ہمنے پتھر کے پاس آرام کیا تھا۔ میں مچھلی بھول گیا اُسکی یاد مجھے شیطان نے ہی بھلائی اور اوس نے عجب طور سے دریا میں اپنی راہ لی صفحہ ۱۴۱ آیت ۶۲۔

سورۂ مریم

نمبر ۴۴۔ اے باپ شیطان کی عبادت نہ کر۔ شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ صفحہ ۱۴۵۔ آیت ۴۵۔

نمبر ۴۵۔ اے باپ میں ڈرتا ہوں کہ رحمان کی طرف سے تجھپر عذاب نہ آجائے۔ پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائیگا۔ صفحہ ۱۴۵۔ آیت ۴۶۔

سورۂ طٰہٰ

نمبر ۴۶۔ اور جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا پھر ہمنے کہا کہ آدم بجہ ابلیس تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے۔ تم کو جنت سے نکلوا دے پھر تو تکلیف میں پڑے۔ صفحہ ۱۵۲۔ آیت ۱۱۵

نمبر ۴۷۔ پھر شیطان نے آدم کے دل میں ڈالا۔ بولا اے آدم کیا میں تجھے سدا جینے کا درخت اور وہ سلطنت جو کہنہ نہ ہو۔ بتاؤں۔ صفحہ ۱۵۲۔ آیت ۱۱۸۔ طان مقرر کرینگے

سورۂ انبیاء اور سورۂ حج

نمبر ۴۸۔ بعض آدمی بے علم اللہ میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی راہ یافتہ

پیروی ہیں صفحہ ۱۵۷ - آیت ۳ -

نمبر ۴۹ - شیطان کی قسمت میں لکھا گیا کہ جو کوئی اُسکا دوست بنے اُسے گمراہ کریگا اور عذاب دوزخ کا راہ بتائیگا - صفحہ ۱۵۷ - آیت ۴ -

نمبر ۵۰ - اور نہ کوئی رسول و نبی نہیں ہے جو تجھسے پہلے ہمنے بھیجا کہ جب وہ کچھ خیال باندھنے لگا شیطان نے اُسکے خیال میں کچھ نہ ڈالدیا ہے - صفحہ ۱۶۰ - آیت ۵۱ -

سورہ نور

نمبر ۵۱ - اے ایماندارو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو - وہ بے حیائی اور بد بات کا حکم دیتا ہے اور اگر اللہ کا فضل و رحم تمپر نہ ہوتا تو تم میں سے کبھی کوئی پار نہ ہوتا لیکن جسے چاہے پار کرتا اور اللہ دانا و شنوا ہے صفحہ ۱۶۸ - آیت ۲۱ -

سورہ عنکبوت

نمبر ۵۲ - اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا - اور تم اہل مکہ پر - اُنکے بعض گھر ظاہر ہیں اور اُن کے اعمال شیطان نے اُن کے لئے مزین کئے تھے - پھر اونہیں راہ سے روکا تھا اور وہ سب دانشمند لوگ تھے - صفحہ ۱۹۱ - آیت ۳۷

نمبر ۵۳ - اور جب اونہیں کہا جائے کہ جو خدا نے نازل کیا اُس کے پیرو ہو سکتے ہیں کہ جس بات پر ہمنے اپنے اباء کو پایا ہم اُس کے پیرو ہوں گے - آیا کیا اگر شیطان نے اُنہیں دوزخ کی طرف بلایا تو بھی صفحہ ۱۹۷ - آیت ۲۰ -

نمبر ۵۴ - ابلیس کا گمان اون کے حق میں صحیح ہو گیا - اونھوں نے اوس کی پیروی کی مگر مومنین سے ایک ایک فرقہ نے نہ کی - صفحہ ۲۰۵ - آیت ۱۹ -

نمبر ۵۵ - اور شیطان کا اُنپر کچھ غلبہ نہ تھا مگر یہ اس لئے نہ ہوا کہ ہم اُسسے جو آخرت ایمان لاتا ہے اُس سے جو آخرت کے بارہ میں شکی ہے - جدا کر کے معلوم کریں اور پر نگہبان ہے - صفحہ ۲۰۵ - آیت ۲۰

سجدہ کروں جسے

اگر تو مجھے قیامت

سورہ فاطر

تھوڑوں کے

۵ شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم اوسے دشمن سمجھو وہ اپنی جماعت کو

اسی لئے بلاتا ہے۔ کہ دوزخی ہوں۔ صفحہ ۲۰۷ آیت ۸ ـ

سورہ یٰس

نمبر ۵۷ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ کیا تہا۔ کہ تم شیطان کو نہ پوجو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۲۱۲ ـ آیت ۶۰ ـ

نمبر ۵۸ ـ اور اوسنے تم میں سے بہت خلقت کو بہکایا کیا تم نہ سمجھے تھے۔ صفحہ ۲۱۲ ـ آیت ۶۲

سورہ صافات

نمبر ۵۹ ـ اور ہر سرکش شیطان سے آسمان کی حفاظت کی صفحہ ۲۱۳ ـ آیت ۷

نمبر ۶۰ ـ اوپر والی مجلس تک شیاطین نہیں سُن سکتے اور ہر طرف سے انگارے مارے جاتے ہیں۔ صفحہ ۲۱۳ ـ آیت ۸ ـ

نمبر ۶۱ ـ مگر جو کوئی خبر شیطان جھپک کے اُچک لایا اُس کے پیچھے چمکتا انگارا لگتا ہے صفحہ ۲۱۳ ـ آیت ۱۰ ـ

نمبر ۶۲ اُس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں صفحہ ۲۱۴ ـ آیت ۶۳

سورہ ص

نمبر ۶۳ ـ پھر سورہ ص میں صفحہ ۲۱۹ پر شیطان کا قصہ ہے ـ

نمبر ۶۴ ـ پھر بولا تیری عزت کی قسم میں اِن سب کو گمراہ کروں گا صفحہ ۲۱۹ ـ آیت ۸۳

سورہ سجدہ

نمبر ۶۵ ـ اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں وہ دو شخص دکھلا جنوں اور آدمیوں سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (شیطان) سو ہم اون دونوں کو اپنے پیروں نیچے گرائیں کہ وہ نیچے رہیں ـ صفحہ ۲۲۹ ـ آیت ۲۹ ـ

نمبر ۶۶ ـ اگر کوئی شیطانی وسوسہ تجھے بہکاوے تو اللہ سے پناہ مانگ وہ دانا و شنوا ہے صفحہ ۲۲۹ ـ آیت ۳۶ ـ

نمبر ۶۷ ـ جو کوئی رحمان کے ذکر سے آنکھ چرائیگا ـ ہم اوسپر ایک شیطان مقرر کرینگے وہ اُسکا ہمنشین بنجائیگا ـ صفحہ ۲۳۵ ـ آیت ۳۵ ـ

نمبر ۶۸ ـ شیاطین آدمیوں کو رستے سے روکتے ہیں ـ اور آدمی سمجھتے ہیں کہ ہم راہ یافتہ

ہیں۔ صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۶۔
نمبر ۶۹۔ یہانتک کہ جب آدمی ہمارے پاس آتا ہے (شیطان سے) کہتا ہے کاشکے تجھ میں اور مجھ میں مغرب اور مشرق کی دوری ہی ہوتی۔ تو برا ساتھی ہے صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۷

سورۂ محمد

نمبر ۷۰۔ جو لوگ اپنے لئے ہدایت ظاہر ہونے کے لئے اپنی پشت پر لوٹ گئے (یعنی مرتد ہو گئے) شیطان نے اُنکے لئے بات بنائی اور انہیں جھانسا دیا ہے صفحہ ۲۴۵۔ آیت ۲۷۔

سورۂ (قاف) ق

نمبر ۷۱۔ اسکا قرین (شیطان) کہیگا اے رب میں نے اِسے گمراہ نہیں کیا۔ وہ خود دور کی گمراہی میں تھا۔ صفحہ ۲۴۹۔ آیت ۲۶۔

نمبر ۷۲۔ یہانتک کہ امر آیا (موت) اور تمہیں شیطان نے اللہ کے بارہ میں فریب دیا پس آج تمسے فدیہ قبول نہ ہوگا۔ اور نہ کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی آگ تمہارا رفیق ہے اور بری جگہ صفحہ ۲۶۰ آیت ۱۴۔

سورۂ مجادلہ

نمبر ۷۳۔ ویسی ہی مصلحت شیطان سے ہے کہ مومنین کو غمگین کرے اور اُن کو وہ کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ مگر اللہ کے حکم سے اور ایمانداروں کو خدا پر بھروسہ چاہئیے۔ صفحہ ۲۶۲۔ آیت ۱۱۔

نمبر ۷۴۔ اُن پر شیطان غالب آیا۔ اُنہیں اللہ کی یاد بھلائی۔ وہ شیطان کی جماعت میں سنتا ہے۔ جو شیطان کی جماعت ہیں وہی زیاں کار ہیں۔ صفحہ ۲۶۲۔ آیت ۲۰۔

سورۂ حشر

نمبر ۷۵۔ شیطان کی مانند ہیں۔ جب اُسنے انسان سے کہا کہ کافر ہو۔ جب وہ کافر ہو لیا۔ میں تجھسے بیزار ہوں میں جہان کے رب اللہ سے ڈرتا ہوں۔ صفحہ ۲۶۴۔ آیت ۱۶۔

قرآنی سوشل لائف

مولوی صاحب سوشیل لائف آف ملہم پر بہت زور دے رہے تھے یہانتک کہ آپ الہام کو گواہ اس کو بنانا چاہتے تھے لیکن سوشیل لائف کا معیار تو الہامی کتاب سے ہی ملنا چاہئیے۔ آؤ ہم دیکھیں کہ قرآن میں سوشیل لائف کیسے کیسے

اُصولوں کی تعلیم دی ہوئی ہے تاکہ ہم اندازہ لگا سکیں کہ ملہم شخص کی سوشیل لائف اُن کے مطابق ہی ہوگی۔ اُن سے بڑھیا تو ہو ہی نہیں سکتی۔

تمدن اور یہ وہ تو سب مولوی صاحب نے لکھا۔ اور قرآن کی طرف سوشیل لائف کی تعلیم کا فوٹو کھینچا۔ ہم مکمل فوٹو کے لئے یہہ مصالحہ بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ جس سے

کثرت ازدواج۔ طلاق اور عورتوں کے ساتھ جابرانہ سلوک کی بھی

بخوبی تشریح و توضیح اور سوشیل لائف کی تعلیم کی کیفیت کُھل سکے گی۔ اس کے متعلق اگر وید مقدس کی سوشیل لائف کے اصولوں کی تعلیم سے کوئی شخص مقابلہ پر واقفیت حاصل کرنا چاہے تو وہ ہماری کتاب "وواہ آدرش" لاہور آریہ سماج وچھووالی کے کتب خانہ سے طلب کر کے دیکھ لے۔

سورۃ بقر رکوع ۲۳۔ آیت ۱۸۳

روزہ کی رات میں اپنی عورتوں سے ہمبستر ہونا تمہیں حلال ہوا ہے۔ عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم اُنکی پوشاک ہو۔ اللہ کو تمہاری چوری معلوم ہو گئی ہی سو اُسنے تمکو معاف کیا اور تُمسے درگذر کی۔ عورتوں سے مباشرت کیا کرو اور جو کچھ خدا نے تمہارے لئے لکھدیا ہی اُسکو ڈھونڈھو۔ اور جب تک فجر کو سفید دہاگا کالے دہاگے سے صاف جدا نظر نہ آوے۔

آیت ۲۲۰ صفحہ ۹ مشرکہ عورتوں کو نکاح میں لاؤ۔ جبتک وہ ایمان نہ لائیں۔ مسلمان باندی مشرکہ (بی بی) سے بہتر ہے۔ اگر وہ تمہیں خوش آتی ہو اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو جبتک ایمان نہ لائیں۔ مسلمان غلام مشرک آدمی سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمکو خوش آئے۔ ۲۷ ع۔

آیت ۲۲۳ صفحہ ۱۹۔ تمہاری عورتیں تمہارا کھیت ہیں تم اپنی کھیت میں جدہر سے چاہو جاؤ۔ اور اپنی جانوں سے پہلے سے تدبیر کرو اور خدا سے ڈرو اور جانو کہ تمہیں اُسنے ملاقات کرنا ہے اور خوشخبری ایمانداروں کو دے ۲۸ ع۔

آیت ۲۲۶ ۲۲۸ صفحہ ۱۲۰۔ انکے لئے جو اپنی عورتوں سے نہ ہمبستر ہونے پر قسمیں کھا بیٹھے ہیں چار ماہ کی انتظار ہے پھر اگر وہ لگ گئے ہوں تو خدا بخشندہ مہربان ہو اگر اُنھوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا تو اللہ سنتا اور جانتا ہے طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو ۳ حیض تک (نکاح دیگر) سے روکیں اور انکو اسکا چھپانا جو خدا نے اُنکے جسموں میں پیدا کیا ہے حلال نہیں ہے۔

اگر وہ اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہیں اور اگر اس عرصہ میں وہ صلح کا ارادہ کریں تو اُنکے خاوندوں کا حق ہے کہ اُنہیں پھیر لیں اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسے مردوں کا اُنپر حق ہے دستور کے موافق اور مردوں کا عورتوں کے اوپر درجہ ہے۔ اللہ زبردست مدبر ہے۔ ۲۸ ع

آیت ۲۲۹ سے ۲۳۱ رکوع ۲۹۔

طلاق دوبارہ ہے۔ پھر بدستور روک لینا یا نیکی سے رخصت دینا چاہئے اور تمہیں حلال نہیں کہ اپنے دی ہوئی میں سے مگر جب کہ وہ دونوں ڈریں کہ خدا کے قاعدہ قایم نہ رکھ سکیں گے۔ بس اگر تم ڈرو کہ وہ دونو خدا کے قاعدہ قایم نہ رکھ سکیں گے تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کا بدلہ دیکے چھوٹ جائے یہ خدا کے باندھے ہوئے قواعد ہیں۔ اُن سے آگے نہ جاؤ۔ اور جو کوئی خدا کے قاعدوں سے آگے بڑھا سو وہ ہی ظالم لوگ ہیں۔

اگر وہ اس کو طلاق دیچکا اُس کے بعد وہ عورت اُس مرد کے لئے حلال نہیں ہے۔ جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح (معہ جماع) نہ ہو جائے پھر اگر وہ اوسکو طلاق دیدے تو اُن دونوں کا پھر ملجانا گناہ نہیں ہے اگر وہ خیال کریں کہ خدا کے قواعد ٹھیک رکھ سکیں اللہ کے قواعد ہیں جنہیں وہ سمجھدار قوم کیلئے بیان کرتا ہے اور جب تمنے عورت کو طلاق دی پھر وہ اپنی عورت کو پہنچیں پس اب اُنکو حسب دستور رخصت دو۔ اور زیادتی کر کے ستانے کے لئے نہ روکو جسنے یہ کیا اُسنے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور خدا کی آیتوں کو ٹھٹھہ نہ بناؤ۔

آیت ۲۳۲ سے ۲۳۶ تک رکوع۔

اور جب تمنے عورتوں کو طلاق دی۔ پھر وہ اپنی عورت کو پہنچیں تو پھر اُنکو اپنے خاوند کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ حسب دستور آپس میں راضی ہو جائیں یہ نصیحت تم میں سے اسکے لئے ہے۔ جو خدا پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے اس میں تمہارے لئے پاکیزگی اور ستھرائی زیادہ ہے اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور لڑکے والی عورتیں اپنے لڑکوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں جو کوئی دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے اور لڑکے والے مردوں پر اُن عورتوں کا کھانا کپڑا ہوگا۔ دستور کے موافق کسی کو اس کی گنجایش سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی۔ اور والدہ اپنی بیٹی اور والد اپنے بیٹے

لو ضرر نہ ...

اور وارث پر بھی ایسا ہی حکم ہے پھر اگر وہ دونوں اپنی مرضی اور مشورہ سے دودھ چھڑانیکا ارادہ کریں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اسے مردو یہ چاہو کہ اپنی اولاد کو (غیر عورت کا) دودھ پلواؤ تم پر کچھ گناہ نہیں تم بدستور مقررہ اُجرت دیدو اور خدا سے ڈرو جانو کہ جو کچھ تم کرتے ہو۔ خدا دیکھتا ہے جو لوگ تم میں سے عورتیں چھوڑ مر جاتے ہیں چاہئیے کہ چار مہینہ دس دن تک اُن سے انتظار کریں پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے جو وہ اپنے حق میں حسب دستور کرتی ہیں اور خدا تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کو نکاح کا پیغام خفیہ دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ خدا جانتا ہے کہ تم اِن سے کہو گے مگر تم خفیہ وعدہ نہ کرو بجز حسب دستور کوئی بات بولدو اور نکاح کا ارادہ نہ کرو جب تک خدا کا نوشتہ اپنی مدت کو پہونچے اور جانو کہ جو تمہارے دل میں ہے اللہ کو معلوم ہے۔ اس سے ڈرو اور جانو کہ اللہ بخشندہ بردبار ہے۔ آیت ۲۳۷ و ۲۳۸

عورتوں سے ہم بستری اور اُن کا مہر مقرر کرنے سے پہلے اگر تم اونکو طلاق دیدو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے چاہئیے کہ غنی اور تنگدست آدمی اپنی اپنی حیثیت کے موافق انکو خرچ کر دیں جیسے خرچ کا دستور ہو۔ اور بھلے آدمیوں پر حق ہے اور اگر ہم بستر ہونے سے پہلے اور مہر ٹھہرا لینے کے بعد تم اُن کو طلاق دو تو ٹھہرائے ہوئے مہر کا نصف دینا چاہئیے مگر جبکہ وہ عورتیں اور وہ شخص جس کے ہاتھ عقد نکاح تھا درگذر کریں۔ اور تم مرد اگر درگذر کرو تو پرہیزگاری کے قریب ہے اور اپنے درمیان فضل رکھنا نہ بھلاؤ۔ جو تم کرتے ہو۔ خدا دیکھتا ہے:۔

۳۱۔ رکوع :۔

آیت ۲۴۱ و ۲۴۲

جو لوگ تم میں عورتیں چھوڑ کے مر جاتے ہیں ایک سال کے لئے اِن کو خرچ کی وصیت کر جائیں کہ یہ نکالدی جائیں۔ اگر وہ آپ نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں . . . . اور طلاق یافتہ عورتوں کو حسب دستور خرچ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے:۔ ۳۱ رکوع

صفحہ ۳۵۔ ۳۹ آیت

اے ایماندارو . . . . اپنے مردوں میں دو گواہ کر لیا کرو اور جو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں جن کو تم گواہوں میں پسند کرو۔ اگر ایک عورت بھول جائیگی۔ تو دوسری یاد دلائیگی . . . .

سورہ نساء مدنی آیت ۳۔ اع صفحہ ۳۹

اور اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیم لڑکوں میں عدل نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں [illegible]

تین تین چار چار نکاح میں لاؤ۔ اور اگر خوف ہو کہ برابر نہ رکھ سکوگے تو ایک ہی نکاح کرو یا وہ جو تمہارے ہاتھوں کا مال ہوا (یعنی باندی) اس دستور سے قریب ہے کہ تم ظلم نہ کروگے۔ اور عورتوں کے مہر خوشی سے دیا کرو اور جو عورتیں برضا خود مہر چھوڑ دیا کریں تو تم لذّت اور مزے سے کھا لیا کرو:۔

صفحہ ۱۰۴۔ ۳ ع۔ آیت ۱۵۔

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں زنا کریں تو تم اپنے مسلمانوں میں چار گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دیں تو تم اِن عورتوں کو اپنے گھروں میں (بطور جیلخانہ) قید رکھو۔ یہانتک کہ اونکی موت آوے۔ یا اسدان کے لئے کوئی راہ نکالے:۔

آیت ۲۳:۔ اے ایماندارو تمہیں زبردستی عورتوں کا وارث بننا حلال نہیں نہ یہ کہ اونہیں بند رکھو تا کہ اپنا دیا ہوا کچھ اُن سے چھین لو۔ ہاں جب وہ آشکارا زنا کریں اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہا کرو اگرچہ وہ تمہیں بُری معلوم ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ تم کسی شے کو بُرا سمجھو اور خدا تمہارے لئے بہت بھلائی نکالے۔ نمبر ۲۴۔ اور اگر تم بجائے ایک عورت کے دوسری عورت بدلنا چاہو۔ اور اون میں سے کسی کو بہت سا مال دے بیٹھے ہو تو اس سے کچھ نہ لینا نمبر ۲۵۔ کیا تم بہتان اور صریح گناہ سے کچھ لیتے ہو تم کیونکر لیتے ہو جبکہ تم آپس میں مل چکے ہو۔ اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ کر چکیں ہیں:۔

آیت ۲۸۔ ۴ ع

اور خصم والیوں کا لینا بھی حرام ہے۔ مگر جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہو جائیں (یعنی قید سے باندی ہو گئے) یہ اللہ کا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کے سوا وہ سب عورتیں تمہیں حلال ہیں جنکو تم مال دیکے طلب کرو۔ بجالیکہ تم پارسا ہو نہ مستی نکالنے والے پس جتنے مال کے بدلے تم نے اُن سے متعہ کیا۔ انکا مقررہ حق دیدو۔ اور بعد تقرر حق کے اگر تم برضا رجانبین کچھ اور بندوبست ٹھیرالو تو تم پر گناہ نہیں۔ اللہ دانا پختہ کار ہے اور جو کوئی تم میں کسی مسلمان پارسا عورت کے ساتھ نکاح کا مقدور نہ رکھتا ہو وہ تمہاری مومنہ مملوکہ (باندیوں) میں سے اور خدا تمہارے ایمان کو جانتا ہے کہ تم آپس میں ایک ہو یا باندیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو۔ اور ان کے مہر بھی بدستور دیدو۔ جبکہ باندیاں نیک ہوں نہ زنا کار اور پوشیدہ نہ رکھتی ہوں جب وہ قید نکاح میں آجائیں۔ پھر زنا کریں۔ تو جسقدر عذاب آزاد عورت کیلئے مقرر ہے۔ اُنکا نصف ان پر ہوگا یہ حکم اس کے لئے جو تکلیف اٹھانے سے ڈرے۔ اور اگر تم صبر کرو تو بہتر ہے:۔

آیت ۳۰ صفحہ ۱۳۱ ع ۶

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت بخشی ہے اور اس لئے بھی وہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں پس نیک عورتیں فرمان بردار اور اللہ کی حفاظت سے اپنی شرمگاہوں کی محافظہ ہیں۔ اور وہ عورتیں جنکی بدخوئی سے تم ڈرتے ہو اونہیں سمجھاؤ اور خوابگاہوں میں جدا چھوڑ دو اور اونہیں مارو پھر اگر وہ تمہارا کہنا مانیں تو پھر انپر الزام کی راہ تلاش نہ کرو۔ کیونکہ اللہ بہت بلند ہے اور اگر تم ان کی مخالفت سے ڈرتے ہو تو مرد کی طرف سے ایک منصف اور عورت کی طرف سے ایک منصف اٹھاؤ اگر یہ دو انہیں صلح کا ارادہ کرینگے تو خدا ان میں توفیق دیگا۔ اللہ دانا خبردار ہے :۔

۵۔ سورہ مائدہ

آیت ۷ صفحہ ۵۳ آج سب ...... اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہیں حلال ہیں جب کہ تم اُن کے مہر دیدو۔ ......

سورہ نور صفحہ ۱۶۶ - اع آیت ۲ سے ۹

زناکار عورت اور زناکار مرد ہر ایک کے ۱۰۰ دُرّے مارو... آیت ۳۔ زناکار مرد زناکار عورت سے یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور زناکار عورت زانی و مشرک مرد سے نکاح کرتی ہے اور یہ بات مومنین پر حرام ہے نمبر ۴ پھر جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو تہمت لگائیں پھر وہ ۴ گواہ نہ لائیں تو اِن کے اسّی دُرّے مارو کبھی اُنکی گواہی قبول نہ کرو وہی فاسق ہیں نمبر ۵ جو لوگ اپنی عورتوں کو تہمت لگائیں اور اُن کے پاس سوائے اپنی جانوں کے اور گواہ نہ ہوں تو ان میں ایک کی گواہی چار دفعہ اللہ کی قسم لوں ہو کہ وہ سچوں میں ہے پانچویں دفعہ کہے اللہ کی لعنت ہو اسپر اگر وہ جھوٹھوں میں اور عورت کا عذاب یوں دور ہوتا ہے کہ وہ چار دفعہ اللہ کی قسم سے کہے کہ اسکا شوہر جھوٹوں میں ہے اور پانچویں دفعہ کہے اگر اسکا شوہر سچوں میں ہو تو اس عورت پر خدا کا غضب آوے۔

صفحہ ۱۶۷ - آیت ۲۶ - ۲ ع

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں :۔

صفحہ ۱۶۸ - آیت ۳۱

اور ایماندار عورتوں سے کہہ کہ اپنی آنکھیں نیچے رکھو ..... اور اپنا سنگار ظاہر کرو مگر جتنا ظاہر ہے۔

اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبان پر ڈالی رکھیں اور اپنی آرائش صرف اپنے شوہروں کو دکھلائیں یا اپنے باپوں کو یا شوہروں کے باپوں کو یا اپنے بیٹوں کو یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا اپنے بھتیجوں کو یا اپنے بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا لونڈی و غلام کو یا مردوں میں سے ان تابعین کو جو حاجتمند شہوت نہ ہوں یا اُن لڑکوں کو جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنی پوشیدہ زینت کے ظاہر کرنے کو زمین پر پیر مارتی نہ چلیں ...... اور اپنی رانڈوں کے اور نیک غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح پڑھو۔ اور اگر وہ محتاج ہوں ....

سورہ قصص صفحہ ۱۸۵ - رکوع ۳ - آیت ۲۷

(موسیٰ کو) کہا کہ میں چاہتا ہوں - کہ اپنی اِن دو بیٹیوں میں سے ایک تیری نکاح میں دوں - اس شرط پر کہ تو ۸ برس میری مزدوری کرے اور جو ۱۰ برس پورے کر دے تو تیری طرف سے مہربانی ہے اور میں تجھپر مشقت نہیں ڈالتا ....

سورۂ احزاب ۱ع - آیت ۴

...... نہ تمہاری عورتوں کو جنھیں تم ماں کہ بیٹھے ہو - تمہاری سچی ماں بنایا - نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا بنایا ....

صفحہ ۲۰۲ - آیت ۴۸ - ۶ع

اے ایماندارو جب تم ایماندار عورتوں سے نکاح کرو - پھر تم اونھیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو تو تمہارے لئے اُن پر کچھ عدت نہیں - کہ اسکا شمار کرو - سو تم اونہیں فائدہ پہنچاؤ اور اچھی طرح سے رخصت کر دو :-

صفحہ ۲۰۳ - آیت ۵۵

عورتوں پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے باپوں بیٹوں کے سامنے اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہمجنس عورتوں باندی اور غلاموں کے سامنے آویں ......

آیت ۵۹ - ۸ع

اے نبی اپنی عورتوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادریں اپنے اوپر ڈالیں - یہ طریقہ قریب تر ہے کہ وہ پہچانی جائیں - پھر ایذا نہ پاویں :-

صفحہ ۲۶۱ - سورہ مجادلہ آیت ۲ - ۱ع

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کے ساتھ ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہو جاتیں :۔

صفحہ ۲۶۵ سورہ ممتحنہ

اے ایماندارو جب تم پاس ایماندار عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو اون کا امتحان لیا کرو۔ خدا ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ ایماندار ہیں۔ تو انہیں کافروں کی طرف نہ ہٹاؤ وہ کافروں کو حلال نہیں اور نہ کافر انکو حلال ہیں۔ جو اُن کافروں نے خرچ کیا ہے اُن کو دیدو اور تم پر گناہ نہیں کہ اُن عورتوں سے نکاح کرو جبکہ تم اُن کو اون کے مہر دیدو اور تم کافر عورتوں کا نکاح نہ تھامے رکھو جو خرچ کیا ہے مانگ لو اور چاہیے کہ وہ کافر بھی اپنا خرچ جو کیا ہے مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔۔۔

اگر تمہاری عورتوں میں سے کافروں کی طرف کوئی نکل جائے پھر تم کافروں کو کھپا مارو۔ انکو جنکی عورتیں جاتی ہیں۔ اتنا مال دیدو جتنا اونھوں نے خرچ کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

صفحہ ۲۷۵ سورہ معارج ا ع

اگر اپنی عورتوں اور باندیوں پر لیں کہ وہ بے ملامت ہیں :۔

سورہ طلاق صفحہ ۲۶۹۔ آیت ۱

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت میں طلاق دیا کرو اور عدت گنتے رہو اور اللہ اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ اونہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود نہ نکلیں۔ مگر جب وہ صریح بیحیائی کا کام کریں یہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کی حدود سے بڑھا اس نے آپ پر ظلم کیا کون جانے کہ شاید اللہ بعد طلاق کوئی نئی بات نکالے پھر جب وہ اپنے وقت کو پہونچیں پھر اُنھیں اچھی طرح رکھ لو یا اچھی طرح جدا کر دو اور دو معتبر اپنے میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے لئے سیدھی گواہی دو جو کوئی آخری دن اور خدا پر ایمان رکھتا ہو اسکو ایں حکم نصیحت ہوئی ہو اور جو اللہ سے ڈرتا اوس کے لئے نکلنے کی راہ بتلائیگا۔۔۔۔۔۔۔۔

اور تمہاری عورتوں میں سے وہ عورتیں کہ حیض سے ناامید ہو گئیں اگر تم شک کرو اُن کی عدت تین ماہ ہے ایسے ہی وہ جنھیں حیض نہیں آیا اور حمل والیاں اُنکی عدت کا وقت یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جنیں۔

ویدک تعلیم متعلقہ صفات ایزدی

مندرجہ بالا ۱۲ نمبروں سے اندر قرآن کی تعلیم متعلقہ صفات ایزدی بیان کیجا چکی ہے اور اسکے بعد ہمنے ان ہی صفات کی تردید میں قرآن کے حوالجات نیز سوشیل لائف آف قرآن کے نوٹ بھی دیدئے ہیں۔ سوشل لائف کی

قرآنی تعلیم کا مقابلہ تو ہماری کتاب وید اور رشی سب کر سکیں گے لیکن صفات ایزدی کے متعلق ہم یہاں نمبر لکھتے ہیں تو ہم ان نمبروں کے نوٹ یہاں پر درج کریں پیشتر اس کے کہ اس سے اعلیٰ تر ین صفات ایزدی وید مقدس سے دکھانیکی کوشش کریں :۔

نمبر (۱) خدا کی ہستی کا ثبوت۔ دہریوں کے جواب میں دن رات کا بیان اور سورج کی گردش کا ذکر:۔

نمبر (۲) ایضاً

نمبر (۳) خدا کی ہستی کا ثبوت۔ اور بارش کا ذکر:۔

〃 (۴) خدا کا زمین کو پھیلانا اور دن کو رات سے ڈھانپنا:۔

〃 (۵) دنیا بھری خدا کی مرضی پر اور خلاف قاعدہ عام ہے۔ کرم کا دخل نہیں:۔

〃 (۶) خدا کا دنیا کی چیزوں کا علت مادی ہونا:۔

〃 (۷) فرشتوں کا بیان:۔

〃 (۸) شرک کرنے والے کے نیک عمل بھی ضائع کئے جائیں گے:۔

〃 (۹) خدا شرک ہرگز نہ بخشے گا:۔

〃 (۱۰) خدا گھر کا مالک ہے:۔

〃 (۱۱) خدا نے ہی غریب و امیر اپنی مرضی سے بنائے:۔

〃 (۱۲) خدا کا مخالفوں سے دلیل مانگنا اور خود دلیل کرنے کی تعلیم دینا ساتھ ہی لوگوں سے مباحثہ کرنا:۔

〃 (۱۳) خدا کا اوپر سے بارش اتارنا مگر کشش ثقل کو وجہ نہ بتلانا اور گوشت کو خوراک قرار دینا زمین کے ہلنے کا انتظام پہاڑوں سے کرنا:۔

〃 (۱۴) توحید کے لئے آخرت کی زندگی کا ماننا یعنی ابدی دوزخ اور بہشت کا ضروری ہے:۔

〃 (۱۵) خدا سب ملک کا تھامنے والا ہے اسکا حکم لیکر سفارش کر سکتے ہیں آگے پیچھے کی باتیں نہ کہ لوگوں کے دل کے خیالات جانتا ہے۔ محیط کل کا ذکر نہیں ہے:۔

〃 (۱۶) خدا غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے لیکن تینوں زمانوں کے جاننے والا اسکو نہیں کہا گیا وہ بادشاہ ہے لیکن اس کی رعایا روحیں نہیں بتلائی گئیں وہ خود مختار ہے لیکن سوم کو فعل مختار نہیں کہا گیا۔ وہ پیدا کرنیوالا ہے یعنی نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ وہ سب پر غالب ہے لیکن شیطان پر غالب نہیں:۔

ویدک پرمان

यत्रानन्दाश्च मोदाश्च मुदः प्रमुद
आसते। कामस्य यत्राप्ताः कामास्त-
त्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो परि स्रव॥
ऋ० मं० ९। सू० ११३ मं० ११

ترجمہ منتر (اندو) سرب آنند یکت جگدیشور (یتر) جس آپ میں (آنند) سمپورن سمردھی (چہ) اور (مود) سمپورن ہرش (مُد) سمپورن پرسنتا (چہ) اور (پرمُد) پرکشٹ پرسنتا (آستے) ستھت ہیں۔ (یتر) جس آپ میں (کامیہ) ابھیلاشی پرش کی (کاما) سب کامنا (آپتہ) پراپت ہوتی ہیں (تتر) اسی ہی سروپ ہیں (اندرائے) پرم ایشوریہ کے لئے (مام) مجھ کو (امرتم) جنم مرن کے دکھ سے رہت موکش پراپت یکت کرو ہی کیجئے اور اسی پرکار سب جیووں کو (پری سرو) سب طرح سے پراپت ہو جئے:۔

مطلب۔ (۱) اس منتر میں بتلایا گیا ہے کہ ایشور آنند سروپ یعنی سرور مجسم اور راحت مطلق ہے۔

(۲) راحت کے طالب کی تمام خواہشات ایشور کے وصال سے سیر ہوتی ہیں۔

(۳) ایشور کے ہی وصال سے امرت یعنی نجات یا مُکتی حاصل ہوتی ہے:۔

(۴) اس نجات کو حاصل کرنا ہر ایک انسان کا مساوی حق ہے:۔

کیا مندرجہ بالا ۱/۲ فقروں میں کہیں قرآن نے خدا کو راحت مجسم کہا ہے کیا کہیں یہ بتلایا ہے کہ انسانی خواہشات کی سیری صرف خدا کے فضل سے ہی ہوتی ہے کیا خدا کے میل کا دوسرا نام نجات کہیں پر لکھا ہے۔ اور کیا اسی نعمت اعلیٰ اور روحانی سیری کو ہر ایک انسان حاصل کر سکتا ہے ایسا کہیں قرآن میں آتا ہے۔ قرآن کی روحانی زندگی بہشت کی زندگی ہے جسمیں نفسانی لذات کی سیری ہوتی ہے۔ یہ روحانی زندگی اس جنم میں بھی حاصل ہو سکتی ہے اس میں نفسانی لذات کا ذکر تک نہیں صرف آنند مجسم پرمیشور کو پانا ہی مطلب ہے اور یہی امرت ہے مولوی صاحب ذرا اس وید کی روح کو تسکین دینے والی اعلیٰ اور مدلل تعلیم سے قرآن کی صفات باری اور بہشت کی زندگی یا نجات کا دل میں مقابلہ کیجئے اور پھر کہئے کہ اعلیٰ روحانی تعلیم وید دیتا ہے یا قرآن:۔

यत्र कामा निकामाश्च यत्र ब्रध्नस्य विष्टपम्। स्वधा च यत्र तृप्तिश्च तत्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो परि स्रव॥

ऋ० मं० ९ सू० ११३ मं० ८

اس منتر میں تبلایا گیا ہے کہ:-

(۱) ایشور کی پراپتی پر تمام خواہشات آیندہ اٹھنی بند ہو جاتی ہیں یعنی خواہش کی منزل مقصود ایشور ہے۔ ایشور ایسی ہستی ہے کہ جسکو حاصل کرکے پھر کسی شے کی خواہش نہیں رہتی:-

(۲) سب سے بڑا سکھ جو ہو سکتا ہے وہ ایشور پراپتی ہی ہے:-

(۳) روح کی سیری ایشور کے وصال میں ہے:-

(۴) اسی کا نام امرت یعنی نجات ہے:-

ईशा वास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्। तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्य स्विद्धनम्। यज: ४०।१

مطلب) جو پرکرتی سے لیکر پرتھوی پرینت سب پدارتھ ہوئے ہیں یہ سرشٹی میں جیا پک انتریامی ایشور جو سے یکت سرب شکتیمان پرماتما سے دیاپت ہو رہی ہیں اس تیاگ کئی ہوئی جگت سے پدارتھوں کو بھوگ کرنتو کسی کی بھی دستو ماتر کو اپنا سمے لینے کی خواہش تک مت کرو۔ اس منتر میں تبلایا گیا ہے کہ

(۱) کل کائنات میں کوئی مادی ذرہ اور جاندار ایسا نہیں ہے جس میں کہ ایشور (مالک حقیقی) موجود نہو کیا معنی کہ ایشور محیط کل ہے (۲) یہ مادی دنیا ایشور نے جیوؤں کے لئے بخش رکھی ہے (۳) انسان کو چاہئے کہ ان مادی اشیاء کو استعمال میں لاوے لیکن (۴) ہمیشہ یاد رکھے کہ مجھے کسی انسان کی چیز کو بے انصافی سے حاصل کرنے کی خواہش نہیں کرنی چاہئے:-

دنیا میں تین واجب الوجود ہستیاں ہیں۔ اول ایشور۔ دوم مادہ سوئم ارواح۔

ان میں سے ایشور مادہ اور روحوں میں ویاپک ہو رہا ہے اور جو طاقت ویاپک ہوتی ہے وہ قابض و مالک ہوتی ہے بشرطیکہ وہ علیم بھی ہو۔ دنیا میں قانون ہے کہ اگر کوئی شخص مکان میں رہے تو وہ اسکا قابض یا مالک تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایشور چراچر جگت میں سرب ویاپک ہو رہا ہے۔ پس اسکا قبضہ بھی اسپر ہے اس لئے منتر میں اس کو ایش (مالک حقیقی) کے نام سے پکارا ہے:-

(باقی آیندہ)

چار برہمہ رشیوں کے حالات

(از ماسٹر آتما رام جی ایڈیٹر ہتکاری امرتسر)

اگنی وایو آدی چار برہمہ رشیوں کے تاریخی حالات براہمن گرنتھوں سے ملتے ہیں گو کسی ملہم کے حالات زندگی الہام کی صداقت کا معیار نہیں ہو سکتے تاہم محض تاریخ کے طالبان کے لئے ہم اگنی وایو۔ آدیت۔ اور انگرہ چار برہمہ رشیوں کے مناسب حالات اس آرٹیکل میں مختصر طور پر درج کرنا چاہتے ہیں یہ چار وہ مہرشی ہیں جنپر کہ ویدوں کے گیان کا پرکاش ہوا ہے۔ انہی کو ملہمان وید کہتے ہیں۔

یوروپ میں پہلے مورخ بادشاہوں کی فتح و شکست کے حالات لکھنا ہی تاریخ کا مدعا سمجھتے تھے۔ لیکن گرین صاحب نے "ہسٹری آف دی انگلش پیپل" نامی تاریخ لکھکر لوگوں کو بتلا دیا کہ تاریخ کا مدعا قوم کے چاروں ورنوں کے گنوں کا بیان کرتا ہے۔ وہ قصے کہانیاں اور معمولی باتیں جن سے کہ عام تاریخیں عموماً بھری رہتی ہیں آج فضول معلوم ہو رہی ہیں بلکہ "سویلیزیشن اینڈ پروگریس" نامی مشہور کتاب میں انگلنڈ کے ایک اعلیٰ فلاسفر کرسٹو فرڈ صاحب لکھتے ہیں کہ تاریخ کا مدعا وہ نہیں جو کہ عام آدمی سمجھتے ہیں بلکہ وہ ہونا چاہئے جو کہ فلسفہ بتلائے۔ دنیا کے ابتدائی بزرگ جنھیں لوگ 'ادیہ' کہتے ہیں وہ تاریخ اور اوس کے فواید سے بخوبی آگاہ تھے جلدیں سیاہ کرنے کا نام انھوں نے تاریخ نہیں مانا بلکہ فلسفی اصولوں کو انسانی زندگی میں دکھلانے کے لئے انھوں نے تاریخیں لکھی ہیں کیا مجال ہے کہ یورپ مختصر نویسی میں ان رشیوں پر سبقت لیجا سکے؟۔

کتاب ایتریہ براہمن۔ پرپاٹھک ۵۔ ادھیائے ۵۔ برہمن ۳۲ صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ بمبئی تتو وویچک پریس میں اگنی وایو آدی رشیوں کے حالات زندگی دئے ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ کتاب شت پتھ براہمن کانڈ ۱۱۔ ادھیائے ۵ میں بھی اگنی آدی

رشیوں کا برنن ہے۔ اس کے علاوہ کتاب گوپتھ برہمن پرپاٹھک اول برہمن ۴ وہ ۶ میں اگنی وایو ادتیہ انگرہ چاروں کا برنن ملتا ہے۔

برہمن گرنتھوں کے بیانات سے سدھ ہوتا ہے کہ پرجاپتی یعنی ایشور نے کامنا کی کہ سرشٹی ہو اور تپ کیا ارتھات وچار ستھر کیا۔ گیان ہی تپ ہے۔ اپنے اس رت (Design) کے متعلق ایشور نے سرشٹی کو بنایا۔ یعنے وہ کرتے جو پرتھوی انترکش اور دیولوک میں ہیں۔ اس کے بعد یعنی جب سرشٹی کرلی تب تین جیوتیوں کو مکھیہ کیا۔ ان میں سے اگنی پرتھوی کی جیوتی وایو انترکش کی جیوتی اور آدیت دیولوک کی جیوتی ہے۔ ان بھوتک جیوتیوں کے علاوہ ان جیوتیوں کو بھی پیدا کیا۔ جنہوں نے خود تپ کیا۔ وہ رشی تھے۔ جن کا خطاب جیوتی ہوا وہ رشی پورن برہمچاری ہونے کی وجہ سے آدیتہ سروپ اور پرتاپی تھے اس لئے دوسری وجہ یہہ ہے کہ ان کو جیوتی کہا جاتا ہے۔ ان چاروں رشیوں کو برہمن گرنتھوں میں پہلے جیوتی کا لقب دیا گیا ہے۔

منوسمرتی میں ذکر آتا ہے کہ برہماجی نے سناتن وید کس سے حاصل کیا۔ تو اسکا جواب منوسمرتی اور منڈک اپنشد بتلاتی ہے کہ برہما برہم ودیا یعنے مکھیہ ودوان تہا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اگنی آدی رشیوں کے بہت سے شاگرد تھے۔ لیکن ان سب میں اول درجہ کا شاگرد برہما نامی ہوئے ہیں۔ اپنشد بتلاتی ہے۔ کہ برہماجی نے فزیکل سائنس اور برہم ودیا دونوں میں کمال کیا تھا۔

وہ چار آدی رشی عمر بھر برہمچاری رہے لڑکے پیدا نہیں کئے بلکہ وید کا پرکاش شاگردوں تک پہونچاتے رہے۔

برہماجی نے اپنے بڑے بیٹے انتھروا کو ویدک تعلیم دی۔ انتھروا جی نے بھارت دواج ست واہ۔ اور انگرہ ثانی کو برہم ودیا آدی کی تعلیم دی۔ ان سے شونک آدی جگیاسوؤں نے پائی اور عام دنیا میں ان سے پھیلی۔

آریہ سنتان میں آجتک برہماجی آئیڈیل گرو مانے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے رشی تنترین میں ہدایت ہے کہ ہے لوگو تم برہما آدی دیوؤں (عالموں) کو سیوا سے ترپت

(برہمن) کرو۔ گویا برہما کی نظیر دیتے ہوئے رشی واک تبلاتے ہیں کہ برہما جیسے جو دیوتا
ہیں اُن کو تربیت کرو۔

شت پتھ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جیسے پرتھوی مول ورت آدہار ہے۔
اسی طرح ویدوں میں رگوید کا درجہ ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ گیان کانڈ سب کانڈوں کا
آدہار ہے یجروید کو انترکش سے اوپما دی گئی ہے جتنی کریا ہوتی ہے وہ سب
انترکش میں ہی پیدا ہوتی ہیں اس لئے کرم کانڈ کا آدہار یجروید ہے۔ جس طرح
آدیتہ کا استہان پرکاش مئے ہے اُسی طرح سے اُپاسنا کانڈ ارتھات سام وید
من کا پرکاشک ہے۔ **گوپتھ** برہمن میں اتھروید کا جنہیں پرکاش ہوا وہ انگرہ مہرشی
تبلائے گئے ہیں۔ اور جس طرح دو برہمنوں نے اگنی آدی رشیوں کے وشے میں لکھا ہے
کہ اونھوں نے تپ کیا اسی طرح پر گوپتھ نے لکھا ہے کہ انگرہ جی نے بھی تپ کیا۔

جو لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کیوں نہیں اگنی آدی رشیوں کے حالات
ویدوں میں بھی درج کئے گئے ہیں اُن کو جاننا چاہئے کہ وید علمی کتاب ہے نہ کہ تاریخی
علاوہ اس کے وید کا نزول ہر کلپ کے شروع میں ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر
کلپ کے شروع میں اگنی۔ دایو آدی رشی ہی ملہم ہوں بلکہ اگلے کلپ میں جو اُسکے
مستحق ہونگے اُن پر ہی ویدوں کا پرکاش ہوگا اس لئے جب ملہم ہمیشہ بدلنے والے
ہیں تو بدلنے والوں کا ذکر اُس وید میں جو ہر کلپ کے لئے بے بدل ہے کیسے آسکتا
ہے؟ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وید مثل آفتاب کے سوتہ پرمان
ہیں۔ ملہم کے حالات وید کی صداقت کا معیار ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔

ان چار رشیوں کی پیدایش تری وشٹپ دیش میں ہوئی جس کو آج تبت
کہتے ہیں سانکھیک سرشٹی میں پیدا ہونے سے انکے ماتا پتا ایشور ہی ہیں۔

پورن آدتیہ برہمچاری کی اوستہا میں اُنھوں نے جنم لیا ہے برہمن
گرنتھوں میں اِن کا جیون چرتر تین الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ
جیبوتی راشی اور دیوتہ رشی سے مراد منتر درشٹا یعنی اوس عابد سے
ہے جس کے دلپر مراقبہ میں قدرت کے رازوں کا انکشاف ہوا کرتا ہے۔

ڈیو سے مراد دان دیپن اور دیوتن کی ہے جیسا کہ نروکت ادھیائے ساتھ کھنڈ ۱۵ میں لکھا ہے۔

ان چار رشیوں نے جو جو کرم کئے اُن کو برہمن گرنتھوں کے رشی مصنفوں نے تپ کے نام سے موصوم کیا ہے۔ تیتریہ آرنیک دیر پاٹھک ۱۰ انوواک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ تپ کے اندر مندرجہ ذیل کرم کرتے تھے پس اونھوں نے ۸ اقسام کے تپ کئے یعنی (اول) رت (دوم) ست (سوم) شرت (چہارم) شانت (پنجم) دم (ششم) شم (ہفتم) دان (ہشتم) یگ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار مہرشی برہمچریہ آشرم کے بعد سنیاسی ہو گئے۔ گرہستی نہیں ہوئے لہذا اولاد بھی ان کے ہاں نہیں ہوئی۔

انکے بہت سے شاگرد تھے جن میں اول درجہ کا شاگرد برہماجی تھے (دیکھو منڈک اُپ نشد واک پہلا تھا منوسمرتی ادھیائے اول شلوک ۳۲)

چھاندوگیہ اُپ نشد پر پاٹھک ۳ کھنڈ ۱۶ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پورن برہمچاری اور پورن تپسوی کی عمر ۴۰۰ برس تک ہو سکتی ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ان چار رشیوں کی عمر ۴۰۰ برس کی ہوئی ہوگی۔

بعض لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں کہ کیا آپ برہمن گرنتھوں کو مستند تاریخ مانتے ہو ہم اُن کو کہا کرتے ہیں کہ براہمن گرنتھ بلاشبہ مستند تاریخ کی کتابیں ہیں۔ کیونکہ برہمن گرنتھوں کو ہی اتہاس اور پوران وغیرہ کا نام سنسکرت لٹریچر میں دیا جاتا ہے۔ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ پورانے آریوں کو تاریخ لکھنے کا شوق نہ تھا وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اگنی وایو سے لیکر بڑے بڑے رشی مہرشیوں کے حالات زندگی برہمن گرنتھوں اور اُپنشدوں میں پائے جاتے ہیں۔ کھشتری آدی راجاؤں کے تذکرے رامائن و مہابھارت میں ملتے ہیں۔ تاریخ کے لئے ذخیرہ کافی موجود ہے صرف ضرورت اُن محققوں کی ہے جو اپنی عمریں اس کام کے لئے وقف کر دیں۔

اوم شم